2015

EFA عالمی نگرانی رپورٹ

صنف اور EFA 2000 تا 2015

کامیابیاں اور مسائل

صنفی خلاصہ

تعلیم سب کے لیے

UNESCO
United Nations
Educational, Scientific and
Cultural Organization

UNGEI
United Nations Girls' Education Initiative

صنف اور EFA 2000–2015:
کامیابیاں اور مسائل

صنفی خلاصہ

United Nations
Educational, Scientific and
Cultural Organization

UNGEI
United Nations Girls' Education Initiative

EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ‘‘ بین الاقوامی برادری کے ایماء پر یونیسکو کی طرف سے جاری کردہ ایک غیر جانبدار کتابچہ ہے۔ یہ باہمی تعاون واشتراک پر مبنی کوششوں کا ماحصل ہے جس میں اس رپورٹ کی ٹیم کے ارکان اور بہت سے دوسرے لوگ، ایجنسیاں، ادارے اور حکومتیں شامل رہی ہیں۔

اس کتابچے میں پیش کردہ مواد اور کسی بھی ملک، علاقے، شہر یا علاقے یا اس کے حکام کی قانونی حیثیت یا اس کی سرحدوں یا حدود بندیوں تعین کے بارے میں پیش کردہ رائے کو یونیسکو کی رائے خیال نہ کیا جائے۔

EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ کی ٹیم اس کتابچے میں موجود مواد اور حقائق پیش کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس کتاب میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، ضروری نہیں کہ یونیسکو کا ان سے اتفاق ہو اور یہ تنظیم کی رائے ہو۔ مذکورہ رپورٹ میں پیش کردہ خیالات اور رائے کی مجموعی طور پر ذمہ داری اس کے ڈائریکٹر کی ہے۔

EFA 2015 گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ ٹیم
ڈائریکٹر: Aaron Benavot

Manos Antoninis, Ashley Baldwin, Madeleine Barry, Nicole Bella, Nihan Köseleci Blanchy, Emeline Brylinski, Erin Chemery, Marcos Delprato, Joanna Härmä, Cornelia Hauke, Glen Hertelendy, Catherine Jere, Andrew Johnston, Priyadarshani Joshi, Helen Longlands, Leila Loupis, Giorgia Magni, Alasdair McWilliam, Anissa Mechtar, Claudine Mukizwa, David Post, Judith Randrianatoavina, Kate Redman, Maria Rojnov, Martina S imeti, Emily Subden, Felix Zimmermann and Asma Zubairi.

ہم سابقہ GMR ڈائریکٹرز اور ٹیم کے ارکان کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے 2002ء سے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ ہم سابقہ ڈائریکٹرز Nicholas Burnett, Christopher Colclough, Pauline Rose اور Kevin Watkins کے علاوہ ماضی کی ٹیم کے مندرجہ ذیل ارکان کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں:

سابقہ ٹیم کے ارکان

Carlos Aggio, Kwame Akyeampong, Samer Al-Samarrai, Marc Philippe Boua Liebnitz, Mariela Buonomo, Lene Buchert, Fadila Caillaud, Stuart Cameron, Vittoria Cavicchioni, Mariana Cifuentes-Montoya, Alison Clayson, Hans Cosson-Eide, Roser Cusso, Valérie Djioze, Simon Ellis, Ana Font-Giner, Jude Fransman, Catherine Ginisty, Cynthia Guttman, Anna Haas, Elizabeth Heen, Julia Heiss, Keith Hinchliffe, Diederick de Jongh, Alison Kennedy, Léna Krichewsky, François Leclercq, Elise Legault, Agneta Lind, Anaïs Loizillon, Patrick Montjourides, Karen Moore, Albert Motivans, Hilaire Mputu, Michelle J. Neuman, Delphine Nsengimana, Banday Nzomini, Steve Packer, Ulrika Peppler Barry, Michelle Phillips, Liliane Phuong, Pascale Pinceau, Paula Razquin, Isabelle Reullon, Riho Sakurai, Marisol Sanjines, Yusuf Sayed, Sophie Schlondorff, Céline Steer, Ramya Subrahmanian, Ikuko Suzuki, Jan Van Ravens, Suhad Varin, Peter Wallet and Edna Yahil.

یہ کتاب اقوام متحدہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اقدام (UNGEI) کی شراکت سے تیار کی گئی ہے جو ایک ملٹی اسٹیک ہولڈر اور لڑکیوں کی تعلیم اور صنفی مساوات پر EFA مقاصد اور ملینیم ترقیاتی اہداف (MDGs) کی حمایت میں شراکت دار ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں:
EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ ٹیم
معرفت یونیسکو، 7، پیلس ڈی Fontenoy
75352 پیرس 07 ایس پی، فرانس
ای میل : efareport@unesco.org
فون: 41 07 68 45 1 33+
ویب سائٹ: www.unesco.org/gemreport
ای میل: efareport.wordpress.com
طباعت کے بعد کسی بھی غلطی یا بھول چوک کو آن لائن ورژن میں درست کر دیا جائے گا۔

© یونیسکو، 2015
جملہ حقوق محفوظ ہیں
پہلا ایڈیشن
اقوام متحدہ کی تعلیمی سائنسی اور ثقافتی تنظیم کی جانب سے 2015 میں اشاعت
7، پیلس ڈی Fontenoy، 75352 پیرس 07 ایس پی، فرانس
اشاعتی ڈیٹا میں لائبریری آف کانگریس کی درجہ بندی ڈیٹا دستیاب ہے

سابقہ EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹس

2015	تعلیم سب کے لیے 2000–2015: کامیابیاں اور مسائل
2013/4	تدریس و تعلیم: سب کے لیے معیار کا حصول
2012	نوجوان اور مہارتیں: کام کرنے کے لیے تعلیم
2011	پوشیدہ بحران: مسلح تنازعات اور تعلیم
2010	پسماندہ لوگوں تک پہنچنا
2009	عدم مساوات پر قابو پانا: گورننس کیوں اہم ہے
2008	2015 تک سب کے لیے تعلیم: کیا ہم اسے حاصل کر پائیں گے؟
2007	مضبوط بنیادیں: ابتدائی بچپن کی دیکھ بھال اور تعلیم
2006	زندگی کے لیے خواندگی
2005	تعلیم سب کے لیے: معیار ضروری ہے
2003/4	صنف اور تعلیم: مساوات کے لیے چھلانگ
2002	تعلیم سب کے لیے: کیا دُنیا درست سمت میں چل رہی ہے؟

گرافک ڈیزائین: 360FHI
لے آؤٹ: 360FHI
سرورق: NguyenTuan/EFA رپورٹ یونیسکو

ED-2015/WS/24

فہرستِ عنوانات

بکس اور اشکال کی فہرست v

تعارف 1

اہم پیغامات 3

صنفی برابری اور مساوات کے لیے عالمی پیش رفت 2000 تا 2015 5

2000 سے تعلیم میں صنفی برابری اور مساوات کے لیے بین الاقوامی عزم وعہد میں اضافہ 5

تعلیم اور صنف میں رجحانات، 2000 تا 2015 6

تعلیم میں صنفی برابری کے لیے پیش رفت 7

صنفی برابری کو پری پرائمری تعلیم میں تقریباً حاصل کر لیا گیا ہے 9

پرائمری تعلیم میں اہم پیش رفت لیکن ابھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے 9

پیش رفت ان ممالک میں ہوئی ہے جہاں لڑکیوں کو سب سے زیادہ نقصان ہوا 10

غریب لڑکیوں کا سکول میں داخل ہونے کا امکان کم ہوتا ہے 12

سکول میں داخلہ دیا جائے تو لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں بھی پیش رفت دکھاتی ہیں 12

غربت پرائمری تعلیم کے حصول میں صنفی عدم برابری کو زیادہ کر دیتی ہے 14

صنفی عدم برابری ثانوی تعلیم میں وسیع تر اور زیادہ ہوتی ہے 14

پرائمری تعلیم کا کم حصول اور ثانوی تعلیم چھوڑنے سے عدم برابری بڑھتی ہے 17

دو خطوں کے سوا ئیونیورسٹی تعلیم میں مردوں کے مقابلے میں خواتین زیادہ ہیں 17

تعلیمی نتائج میں صنفی برابری کا حصول ابھی باقی ہے 17

تعلیمی جائزے موضوعاتی کارکردگی میں صنفی فرق کو اجاگر کرتے ہیں 20

غریب علاقوں میں لڑکیاں تعلیم کے حصول میں مسائل کا مسلسل سامنا کرتی ہیں 20

لڑکیاں قومی امتحانات میں بھی مسائل کا سامنا کرتی ہیں 20

خواندگی میں صنفی برابری بہت کم ہے 20

تعلیم میں عدم برابری کا عالمی ڈیٹا بیس (WIDE) 24

2015 کے بعد مسائل اور صنفی مساوات کے حصول کے لیے پالیسی حل 26

تعلیم میں مساوات حاصل کرنے کی راہ میں مسلسل رکاوٹیں 26

جلد شادی اور کم عمری میں حمل لڑکیوں کی تعلیم کو محدود کر دیتے ہیں 26

کم عمری کی شادی کے خاتمے کے لیے قانون سازی کو مضبوط کیا گیا ہے لیکن یہ کافی نہیں 26

کم عمر ماؤں کو تعلیم جاری رکھنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے 27

بچوں کے کام کرنے سے ان کی تعلیم متاثر ہوتی ہے 28

سکول سے متعلق صنفی بنیاد پر تشدد سے نمٹنا چاہیے 29

تعلیم میں صنفی برابری اور مساوات کا حصول: اہم حکمت عملیاں اور پالیسیاں **30**

بین الاقوامی ہم آہنگی اور مہموں نے صنفی مساوات کو اجاگر کیا ہے 31

صنفی کو مرکزی دھارے میں لانا ایک اہم حکمت عملی ہے 32

جامع پالیسی فریم ورک نے لڑکیوں کی تعلیم کی پیش رفت کے لیے معاونت دی ہے 32

صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لیے بجٹ استعمال کیا جاسکتے ہیں 33

پالیسی فریم ورک مسائل کا سامنا کر سکتے ہیں 33

سول سوسائٹی اور کمیونٹی کی تحریک وترغیب ضروری ہے 33

سکول کی تعلیمی اخراجات میں کمی موثر ہوتی ہے 34

اسکالرشپ اور وظائف کے ساتھ کچھ کامیابی ملی ہے 35

نقد امداد اور سکول کے غذائی پروگرام عام طور پر مثبت ہوتے یں 36

سکول انفراسٹرکچر کی توسیع اور بہتری سے لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کو فائدہ ہوتا ہے 36

مزید سکولوں کی تعمیر فاصلے کی رکاوٹ کو کم کر دیتی ہے 36

پانی اور صفائی کے مسائل کو صنفی مساوات کے لیے حل کیا جانا چاہیے 37

خواتین اساتذہ کی بھرتی کا لڑکیوں کی تعلیم پر مثبت اثر پڑتا ہے 37

تعلیم کی سطح طلوع کے طور پر درس وتدریس فوج میں خواتین کی نمائندگی 39

صنفی احساس پر مبنی کلاس روم کے طریقوں کو فروغ دیا جانا چاہیے 40

تدریسی وتعلیمی مواد کے ذریعے صنفی مساوات کو فروغ دیا جاسکتا ہے 41

صنفی احساس پر مبنی نصاب تیار کیا جانا چاہیے 41

ایچ آئی وی اور ایڈز سمیت جامع جنسی تعلیم دینا اہم ہے 41

وکالت/ ایڈووکیسی اور پالیسی اقدامات کے ذریعے سکولوں میں تشدد ختم کیا جا سکتا ہے 42

تعلیمی نتائج میں مساوات کی معاونت کرنے کے لیے موثر اقدامات موجود ہیں 43

ریاضی اور سائنس میں لڑکیوں کی شرکت اور کارکردگی کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے 43

سکول نہ جانے والے بہت سے نوجوانوں کو متبادل تعلیمی مواقع تک رسائی حاصل کرنے کے قابل ہونا چاہیے 44

صنفی مساوات اور بااختیار بنانے کے عمل کے لیے ایک بہتر کوشش **44**

سفارشا 47

بکس اور اشکال کی فہرست

بکس

بکس 1: ڈاکار EFA مقاصد اور حکمت عملیاں 5

بکس 2: بین الاقوامی کنونشنز جو صنفی مساوات کی حمایت کرتے ہیں 6

بکس 3: 2015 تک آدھے سے کم ممالک پرائمری اور ثانوی تعلیم دونوں میں برابری حاصل کر لیں گے 8

بکس 4: لڑکوں کے سکول چھوڑنے سے صنفی تعلقات پر منفی اثر پڑتا ہے 27

بکس 5: تنازعات نے لائبیریا میں صنفی بنیاد پر تشدد کی ایک روایت چھوڑی ہے 30

بکس 6: تعلیم میں صنفی مساوات حاصل کرنے کے لیے ڈاکار حکمت عملیاں 31

بکس 7: ترکی میں لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے مختلف اسٹیک ہولڈرز کی امدادی مہم 34

بکس 8: صنفی مساوات اور پائیدار ترقیاتی اہداف 2016 46

اشکال

شکل 1: جیسے جیسے تعلیم کی سطح میں اضافہ ہوتا ہے، داخلے میں صنفی عدم برابری زیادہ دکھائی دیتی ہے 8

شکل 2: تمام خطوں میں سے صرف ایک خطے نے پری پرائمری تعلیم میں صنفی مساوات حاصل کی ہے 9

شکل 3: پرائمری تعلیم میں علاقائی سطح پر صنفی عدم برابری کم ہوئی ہے اور جنوبی اور مغربی ایشیاء میں کافی پیش رفت ہوئی ہے 9

شکل 4: پرائمری داخلے میں صنفی عدم برابری کو کم ہوئی ہے لیکن کئی ممالک میں اب بھی وسیع خلاء موجود ہے 10

شکل 5: شدید صنفی عدم برابری کو کم کرنے کی پیش رفت کے باوجود لڑکیوں کو کئی ممالک میں پرائمری سکول میں داخلہ لینے میں اب بھی مشکل کا سامنا ہے 12

شکل 6: سکول نہ جانے والی تقریباً آدھی لڑکیاں سکول میں کبھی بھی داخلہ نہیں لے پائیں گی 13

شکل 7: اکثر ممالک میں سکول نہ جانے والوں بچوں کی زیادہ تر تعداد ایسی لڑکیوں کی ہے جو کبھی بھی سکول نہیں گئیں 13

شکل 8: لڑکیاں سکول میں کم داخل ہوتی ہیں جبکہ لڑکے جلد سکول چھوڑ دیتے ہیں 14

شکل 9: اگرچہ پرائمری تعلیم کے حصول میں پیش رفت ہوئی ہے لیکن غریب بچوں میں پرائمری تعلیم حاصل کرنے میں صنفی عدم برابری بڑھ رہی ہے 15

شکل 10: کچھ علاقوں میں ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کم کرنے میں کافی پیش رفت ہوئی ہے جبکہ وسیع عدم برابری اب بھی پائی جاتی ہے 16

شکل 11: ثانوی تعلیم میں صنفی فرق بہتر ہوا ہے لیکن کچھ علاقوں میں اب بھی بہت زیادہ موجود ہے 18

شکل 12: ابتدائی ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری مستقل موجود ہے اور بہت زیادہ بڑھ رہی ہے 18

شکل 13: یونیورسٹی کی تعلیم میں عدم برابری بہت زیادہ پائی جاتی ہے 19

شکل 14: تعلیمی صنفی فرق کم ہو رہے ہیں۔ لڑکے ریاضی میں لڑکیوں سے بہتر کارکردگی دکھاتے ہیں جبکہ لڑکیاں پڑھنے میں کافی حد تک لڑکوں سے بہتر کارکردگی دکھاتی ہیں۔ 21

شکل 15: پاکستان میں لڑکیاں عام طور ریاضی اور پڑھائی میں لڑکوں سے کم کارکردگی دکھاتی ہیں 22

شکل 16: خواتین کی خواندگی کی شرح مردوں کے مقابلے میں مسلسل کم ہے 23

شکل 17: سب صحارا افریقہ میں دو تہائی خواتین 2015 میں خواندہ نہیں بنیں گی 23

شکل 18: 1999 سے خواتین اساتذہ کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور کئی ممالک میں ان کا نئے آنے والے اساتذہ میں خاطر خواہ تناسب موجود ہے 38

صنفی بنیاد پر امتیاز تعلیم کے حق کے حصول کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹوں میں سے ایک ہے۔ اس رکاوٹ پر قابو پائے بغیر ''تعلیم سب کے لیے'' کا مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ سکول چھوڑنے والے بچوں میں سب سے بڑی تعداد لڑکیوں کی ہے۔ اگرچہ کئی ممالک میں لڑکوں کو بھی ان مسائل کا سامنا ہے۔ لڑکیوں اور خواتین کی تعلیم کا اثر نسلوں تک منتقل ہوتا ہے اور یہ سماجی ترقی اور خواتین کو بااختیار بنانے کا ایک بنیادی طریقہ کار ہے۔ بنیادی تعلیم میں لڑکیوں کی شرکت کو بڑھانے کے ضمن میں ایک محدود پیش رفت ہوئی ہے۔

پرائمری اور ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کے خاتمے کے لیے بین الاقوامی معاہدے کا تقاضا ہے کہ مناسب وسائل اور مضبوط سیاسی عزم کے ذریعے نظام تعلیم میں صنفی مسائل کو مرکزی حیثیت دی جائے۔ صرف اس بات کو یقینی بنانا کہ لڑکیوں کو تعلیم تک رسائی ہو، کافی نہیں۔ غیر محفوظ سکول کے ماحول، تدریسی رویہ اور تربیت، تدریسی و تعلیمی طریقہ کار، نصاب اور درسی کتب میں تعصب سے اکثر لڑکیوں کی تعلیم اور کامیابی کی شرح کم رہتی ہے۔ خواندگی کی شرح میں اضافہ کرنا، ایک دوسرا ضروری عنصر ہے تاکہ لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ حاصل ہو۔ اس لیے صنفی امتیاز کے خاتمے اور لڑکیوں اور لڑکوں، خواتین اور مردوں کے درمیان باہمی عزت و احترام کے فروغ کے لیے تمام سطحوں اور شعبوں میں کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکار فریم ورک برائے اقدام، تعلیم سب کے لیے سے اقتباسات: اپنے مشترکہ عزم کی تکمیل، عالمی تعلیمی فورم، ڈاکار، سینیگال میں منظور شدہ، مورخہ اپریل 2000

تعارف

عالمی تعلیمی فورم، ڈاکار، سینیگال 2000ء کا متفقہ ویژن بڑا واضح اور تغیر پذیر تھا کہ طویل المدت صنفی تعصب اور امتیاز ''تعلیم سب کے لیے (EFA)'' کی کامیابیوں کی اہمیت کم دیتے ہیں۔ جب تک لڑکیوں اور خواتین کو تعلیم اور خواندگی کا حق حاصل نہیں ہو جاتا EFA میں پیش رفت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ترقی اور بااختیار بنانے کے عمل کے لیے ایک متحرک ذریعہ کی ضرورت ہوگی۔ 15 سال بعد بھی صنفی برابری کے حصول اور تعلیم میں صنفی عدم برابری کی تمام اقسام کو کم کرنے کا راستہ بڑا طویل اور ناہموار ہے۔ یہ رپورٹ نہ صرف مفصل شواہد فراہم کرتی ہے کہ گزشتہ 15 سالوں کے دوران کیا کچھ حاصل کیا گیا بلکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ کہاں اور کون سے مسائل ابھی بھی موجود ہیں۔ یہ پرائمری اور ثانوی تعلیم خصوصاً جنوب اور مغربی ایشیا میں صنفی برابری کی قابل ذکر پیش رفت دکھاتی ہے اور تعلیم میں صنفی مساوات کے حصول کی راہ میں حائل مستقل رکاوٹوں کی بھی نشاندہی کرتی ہے، خاص طور پر بالغ خواتین میں شرح خواندگی 2015ء میں پیش رفت میں کمی رہی۔ ایک اندازے کے مطابق 15 سال اور اس سے زائد عمر کی 481 ملین خواتین میں زندگی کے بنیادی مہارتیں موجود نہیں اور سال 2000ء کے بعد ان کی تعداد میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔

تعلیم کے شعبے میں صنفی رکاوٹوں کے خاتمے اور ایک صنفی انصاف پر مبنی دُنیا تشکیل دینے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟ یہ رپورٹ ملکی کوششوں کا خلاصہ بیان کرتی ہے جن میں بعض کوششیں تعلیم میں صنفی مساوات کے حصول کے لیے مناسب تھیں۔ ان پالیسوں اور پروگراموں میں سے اکثر کی توجہ ثانوی تعلیم کے ماحول پر مرکوز ہے جس میں لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ دیگر کی توجہ کا مرکز رسمی اور غیر رسمی قوانین، سماجی رسم و رواج اور طریقۂ کار ہیں جو لڑکیوں کو معیاری بنیادی تعلیم کے مکمل دورانیے کے حصول کے حق، اس تک رسائی اور تکمیل سے روکتے ہیں۔ ''صنف اور EFA 2000ء تا 2015ء: کامیابیاں اور مسائل'' کے تجزیے اور اہم پیغامات پر محتاط غور و فکر اور جانچ پڑتال کرنی چاہیے کیونکہ آنے والے سالوں میں دُنیا نے پائیدار ترقی کے ایک آفاقی، مربوط اور سب سے بڑھ کر ایک اُمید افزا ایجنڈے پر عمل پیرا ہونا ہے۔

اہم پیغامات

بنیادی اور ثانوی تعلیم میں صنفی برابری کی طرف پیش رفت سال 2000ء سے اَب تک تعلیم کی چند بہترین کامیابیوں میں سے ایک ہے۔

- سال 2000ء سے 2015 کے درمیان ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد بنیادی پرائمری تعلیم میں 92 سے بڑھ کر 97 ہوگئی جبکہ ثانوی تعلیم میں یہ تعداد 91 سے بڑھ کر 97 ہوگئی۔
- سال 2000ء کے بعد سے سکول نہ جانے والے بچوں اور بڑوں کی تعداد میں 84 ملینہے جن میں سے لڑکیوں کی تعداد 52 ملین ہے۔
- سال 2000 سے 2015ء کے درمیان بنیادی اور ثانوی تعلیم دونوں میں صنفی مساوات کا ہدف حاصل کرنے والے ممالک کی تعداد 36 سے بڑھ کر 62 ہوگئی ہے۔

تاہم برابری کے ہدف کے حصول میں اہم چیلنجز موجود ہیں

- **نصف سے تھوڑے کم ممالک 2015ء تک بنیادی اور ثانوی تعلیم میں صنفی برابری پر "تعلیم سب کے لیے" کا ہدف پورا کرلیں گے۔** سب صحارا افریقہ کا کوئی ملک دونوں سطحوں پر مساوات کا ہدف معینہ مدت تک پورا نہیں کر سکے گا۔

- **جیسے جیسے ہم اعلیٰ تعلیم کی طرف بڑھتے ہیں صنفی عدم برابری کی شرح میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔** پری پرائمری تعلیم میں 70 فیصد ممالک نے صنفی مساوات کا ہدف پورا کرلیا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں بنیادی تعلیم میں تقریباً 66 فیصد، ثانوی تعلیم میں 50 فیصد، اعلیٰ ثانوی تعلیم میں 29 فیصد اور یونیورسٹی کی تعلیم میں محض 4 فیصد ممالک نے صنفی مساوات کا ہدف حاصل کیا ہے۔

- **لڑکیاں اور خصوصاً غریب لڑکیوں کو ابھی تک پرائمری سکول تک رسائی حاصل کرنے میں سخت مشکلات کا سامنا ہے۔** دنیا بھر میں 9 فیصد بچے سکول نہیں جاتے۔ ان میں سے لڑکیوں کی نصف تعداد (15 ملین) کبھی کلاس روم میں قدم نہیں رکھ پائے گی جبکہ اس کے مقابلے میں اس قسم کے لڑکوں کی تعداد ایک تہائی ہے۔ تاہم جیسا کہ لڑکیوں کا پرائمری سکول میں داخلے کا امکان کم ہوتا ہے جبکہ لڑکوں میں سکول جلدی چھوڑنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

- **ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کم ہورہی ہے۔ لیکن ابھی تک لڑکیوں کے حوالے سے زیادہ پریشان کن ہے۔** 2012ء میں کم از کم 19 ممالک ایسے تھے جہاں پر 100 لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد 90 سے کم تھی۔ ان میں سے زیادہ سب صحارا افریقہ اور عرب ممالک تھے۔

- **لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں میں اعلیٰ ثانوی تعلیم چھوڑنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔** اس سطح کو ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں 95 لڑکے عبور کرپاتے ہیں اور اس شرح میں سال 2000ء کے بعد سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ OECD ممالک میں 63 فیصد لڑکوں کے مقابلے میں 73 فیصد لڑکیاں اعلیٰ ثانوی تعلیم کو وقت پر مکمل کرتی ہیں۔
جنوبی ومغربی ایشیا اور سب صحارا افریقہ کے علاوہ یونیورسٹی تعلیم میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی داخلے کی شرح زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ اس سطح پر عدم برابری کی شرح کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے۔

- **نوجوانوں کی شرح تعلیم میں صنفی فاصلے کم ہورہے ہیں۔** تاہم سب صحارا افریقہ میں ہر 10 میں سے تقریباً 7 لڑکیاں سال 2015ء تک بنیادی تعلیمی مہارتیں حاصل کرلیں گی۔

- **بالغ خواتین کی شرح خواندگی میں پیش رفت خاص طور پر کم ہے۔** بالغ افراد میں سے دو تہائی خواتین بنیادی تعلیم سے محروم ہیں اور اس شرح میں 2000ء کے بعد سے اب تک کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جنوبی ومغربی ایشیا اور سب صحارا افریقہ میں کل بالغ خواتین میں سے آدھی تعداد لکھ یا پڑھ نہیں سکتیں۔

تمام لوگوں خصوصاً لڑکیوں اورنوجوان خواتین کوتعلیم سے پوری طرح مستفید ہونے کے قابل بنانے کے لیے برابری سے صنفی مساوات کی طرف توجہ منتقل کرنے کے ضرورت ہے۔

- **انتظامی رکاوٹیں اور امتیازی سماجی رسم ورواج صنفی عدم مساوات کا باعث بنتے ہیں۔** ان رسم ورواج میں کم عمری کی شادی اور کم عمر میں ماں بننا،صنف کی بنیاد پر تشدد، روایتی طور طریقے، تعلیم دینے کے حوالے سے خاندانوں میں لڑکوں کو ترجیح دینا اور گھر کے کاموں میں صنفی تقسیم شامل ہیں۔

- **کم عمری میں شادی لڑکیوں کی تعلیم میں رکاوٹ ہے۔** 2012ء میں ہر پانچ شادی شدہ خواتین میں سے ایک کی عمر 15 سے 19 سال کے درمیان تھی۔

- **سکولوں میں پانی اور صفائی کی بہتر سہولت نہ ہونے اور لمبے سفر کے باعث لڑکیوں کے سکولوں میں ٹھہرنے اور تعلیم مکمل کرنے کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔** پانی کے ذریعہ تک پیدل چلنے کے صرف شدہ وقت میں ایک گھنٹہ کی کمی سے پاکستان میں لڑکیوں کے سکولوں میں داخلے کی شرح 19-18 فیصد بڑھ جاتی ہے جبکہ یمن میں 9-8 فیصد بڑھ جاتی ہے۔

- **تعلیم کے براہ راست یا پوشیدہ اخراجات خصوصاً ایسے خاندانوں کی لڑکیوں کے لیے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں جن کے ذرائع آمدنی محدود ہوتے ہیں۔** 50 ممالک کے ایک جائزے میں ایک چوتھائی گھرانے تعلیم پر حکومت کے مقابلے میں ایک چوتھائی زیادہ خرچ کرتے ہیں۔

- **خواتین اساتذہ کی تعداد بڑھانے اور صنفی مساوات کے احساس کے حامل اساتذہ کی تربیت کرنے سے سکولوں کو مدد ملے گی کہ وہ صنفی قدامت پسندوں اور امتیازی سماجی رسوم ورواج سے موثر انداز میں نمٹ سکیں۔**

- **لڑکے بھی سماجی اور صنفی رسم ورواج سے متاثر ہوسکتے ہیں** جس کے نتیجے میں وہ اپنی تعلیم چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

صنفی برابری اور مساوات کی طرف عالمی پیش رفت 2015-2000

2000ء کے بعد سے تعلیم میں صنفی برابری اور مساوات کے حوالے سے بڑھتے ہوئے بین الاقوامی عزم وعہد

اپریل 2000ء میں بین الاقوامی تعلیم برادری سینیگال کے شہر ڈاکار میں اس مقصد کے لیے اکھٹی ہوئی تا کہ 2015ء تک ''تعلیم سب کے لیے'' کا ہدف حاصل کرنے کے لیے ایجنڈا طے کیا جاسکے۔اس عالمی تعلیمی فورم میں 164 ممالک کے ارکان کے ساتھ ساتھ علاقائی گروپس ، بین الاقوامی تنظیموں، عطیات دینے والی تنظیموں، این جی اوز اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے EFA عزائم پر عمل درآمد کے لیے ایک لائحہ عمل (ڈاکار لائحہ عمل) منظور کیا۔

ڈاکار لائحہ عمل دو بنیادی عناصر پر مشتمل ہے۔6مقاصد اور 2015ان سے وابستہ اہداف جنھیں 2015ء تک حاصل کرنا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ صنفی برابری کا ہدف جسے 2005ء تک حاصل کرنا ہے اور 12 حکمت عملیاں جن کے تمام شراکت دار عمل پیرا ہوں۔(بکس 1)

صنفی مسائل کو ڈاکار لائحہ عمل کے 6 مقاصد میں شامل کیا گیا تھا جن میں سے تین خصوصاً صنفی حوالہ رکھتے تھے۔مقصد 2 میں لازمی پرائمری تعلیم پر توجہ مبذول کی گئی اور لڑکیوں کی تعلیم تک رسائی کو یقینی بنانے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔مقصد 4 میں بالغوں کی تعلیم بالخصوص خواتین کی تعلیم کو بہتر بنانے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔مقصد 5 خاص طور پر صنفی مسائل حل کرنے کا مقصد تھا اور اس میں لڑکیوں کی بنیادی اور معیاری تعلیم کا حصول اور اس تک مکمل اور مساوی رسائی کو یقینی بنانے پر زور دیتے ہوئے 2005ء تک پرائمری اور ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کے خاتمے اور 2015ء تک تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف حاصل کرنے پر زور دیا گیا۔

بکس 1: ڈاکار EFA مقاصد اور حکمت عملیاں

مقاصد

1- خصوصاً مسائل سے دوچار اور پسماندہ بچوں کے لیے ابتدائی بچپن کی جامع نگہداشت اور تعلیم کو بہتر بنانا اور وسیع کرنا۔

2- یہ یقینی بنانا کہ 2015ء تک تمام بچے خصوصاً لڑکیاں، مشکل حالات میں پرورش پانے والے اور نسلی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے بچوں کو مکمل طور پر مفت ،لازمی اور معیاری پرائمری تعلیم تک رسائی حاصل ہو۔

3- یہ یقینی بنانا کہ تمام نوجوان لوگوں کی تعلیمی ضروریات، مناسب تعلیم اور زندگی کی مہارتوں کے پروگراموں تک مساوی رسائی کے ذریعے پوری ہوں۔

4- 2015ء تک بالغوں خصوصاً خواتین کی تعلیم میں 50فیصد بہتری کا ہدف حاصل کرنا اور تمام بالغوں کے لیے بنیادی اور اعلیٰ تعلیم تک مساوی رسائی دستیاب ہونا۔

5- پرائمری اور ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کو 2005ء تک ختم کرنا اور 2015ء تک تعلیم میں صنفی مساوات کا ہدف حاصل کرنا۔ یہ یقینی بنانے پر توجہ دینا کہ بنیادی معیاری تعلیم تک لڑکیوں کو مکمل اور مساوی رسائی حاصل ہو۔

6- تعلیمی معیار کے تمام پہلوؤں کو بہتر بنانا اور ان تمام کی کارکردگی کو یقینی بنانا حساب کتاب اور زندگی کی بنیادی مہارتوں میں تعلیم کے اچھے نتائج حاصل ہوں۔

حکمت عملیاں

1- ''تعلیم سب کے لیے'' کے حوالے سے مضبوط قومی اور بین الاقوامی عہد و پیماں کو متحرک کرنا۔قومی منصوبہ عمل بنانا اور بنیادی تعلیم میں سرمایہ کاری کو نمایاں طور پر بڑھانا۔

2- غربت کے خاتمے اور ترقیاتی حکمت عملیوں کے ساتھ جڑے ہوئے پائیدار اور مربوط لائحہ عمل کے اندر EFA کی پالیسیوں کو فروغ دینا۔

3- تعلیمی ترقی کے لیے حکمت عملیوں کی تشکیل ونگرانی اور ان پر عمل درآمد کرنے میں سول سوسائٹی کی شراکت یقینی بنانا۔

4- تعلیمی گورننس اور مینجمنٹ کے ذمہ دار، شرکتی اور جواب دہ نظام قائم کرنا۔

5- تنازعات، قدرتی آفات اور عدم استحکام سے متاثرہ تعلیم کے نظاموں کی ضروریات کو پورا کرنا اور اس طریقے سے تعلیمی پروگرام تشکیل دینا کہ باہمی اعتماد، امن اور برداشت کو فروغ ملے اور تشدد اور جھگڑوں سے نجات دلانے میں مدد کرے۔

6- تعلیم میں صنفی مساوات کے لیے مربوط حکمت عملیوں پر عمل درآمد کرنا تا کہ رویوں، اقدار اور اعمال میں تبدیلی آئے۔

7- HIV/AIDs کا ہنگامی بنیاد پر مقابلہ کرنے کے لیے تعلیمی پروگراموں اور اقدام کا آغاز کرنا۔

8- محفوظ، صحت مند، شرکتی اور مساوی تعلیمی ماحول تشکیل دینا جو تعلیمی کارکردگی کے لیے موزوں ہو۔

9- اساتذہ کی پیشہ ورصلاحیتوں، ان کے رتبے اور حوصلے میں اضافہ کرنا۔

10- EFA مقاصد حاصل کرنے میں مدد دینے کے لیے نئی انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کو استعمال میں لانا۔

11- EFA مقاصد اور حکمت عملیوں کے حوالے سے قومی، علاقائی اور بین الاقوامی سطحوں پر ہونے والی پیش رفت کا باقاعدہ جائزہ لینا۔

12- ''تعلیم سب کے لیے'' کے حوالے سے پیش رفت میں تیزی لانے کے لیے پہلے سے موجود طریقہ کار پر کام کرنا۔

ملینیئم ترقیاتی اہداف (MDGs) کو ستمبر 2000ء میں منعقد ہونے والے اقوام متحدہ کے ملینیئم سربراہی اجلاس میں عالمی رہنماؤں نے منظور کیا۔ MDGs نے غربت کم کرنے اور معیار زندگی بہتر بنانے کے لیے ایجنڈ تشکیل دیا اور اس سلسلے میں 8 مقاصد وضع کیے گئے۔ اس ایجنڈے کی تشکیل میں تعلیم کو خاص اہمیت دی گئی۔ MDG مقصد 2 میں لازمی پرائمری تعلیم کے حصول کا کہا گیا اور یہ ہدف رکھا گیا کہ 2015ء تک دنیا بھر میں ہر جگہ ہر بچہ (لڑکا ہو یا لڑکی) اچھے معیار کی پرائمری تعلیم کا نصاب مکمل کرے گا۔ MDG مقصد 3۔ جس میں صنفی مساوات اور خواتین کو بااختیار بنانے کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں پرائمری اور ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کے خاتمے کو ترجیحاً 2005ء تک اور ہر سطح پر 2015ء تک یقینی بنانے کا ہدف رکھا گیا ہے۔ MDG مقصد 3 میں تعلیم کے اس ہدف کا تقاضا یہ ہے کہ پرائمری اور ثانوی تعلیم میں صنفی برابری کا حصول صنفی مساوات کا اہم جزو ہے۔

EFA اور MDGs دونوں میں صنفی برابری پر توجہ دینے کے باوجود پرائمری اور ثانوی تعلیم میں لڑکوں اور لڑکیوں کی مساوی تعداد میں داخلے کا 2005ء کا ہدف حاصل نہ ہو سکا۔ اور اس سال منعقد ہونے والے اقوام متحدہ کے عالمی سربراہی اجلاس کے موقع پر عالمی برادری نے صنفی عدم مساوات اور عدم توازن کے خاتمے اور لڑکیوں کی تعلیم بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہنے کے عزم کا اعادہ کیا (اقوام متحدہ 2005ء)۔

ڈاکار لائحہ عمل اور MDGs سے پہلے بین الاقوامی کنونشنز میں تعلیم میں صنفی مساوات کی حمایت کی گئی ہے (بکس 2) لیکن اس ہدف کے حصول میں طویل عرصہ لگ رہا ہے۔

تعلیم اور صنف میں رجحانات 2000ء تا 2015ء

2000ء کے بعد سے صنفی مساوات کا EFA کا ایجنڈا MDGs میں صنفی برابری پر توجہ دینے کے باعث محدود رہا ہے اور اس توجہ کے باعث پرائمری سکول کے داخلوں میں صنفی برابری کے حوالے سے قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے۔ صنف اور تعلیم کو اس محدود تشکیل کے نتیجے میں وسیع تر بحث مباحثہ اور کامیابیاں نہ مل سکیں۔

بکس 2: بین الاقوامی کنونشنز جو صنفی مساوات کی حمایت کرتے ہیں

بچوں کے حقوق کا کنونشن جسے 1989ء میں نیو یارک میں اقوام متحدہ جنرل اسمبلی نے منظور کیا تھا اور تھائی لینڈ کے شہر Jomtien میں 1990ء میں "تعلیم سب کے لیے" کا عالمی اعلامیہ منظور ہوا تھا، ان دونوں نے تعلیم کو بنیادی انسانی حق قرار دیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے 1948ء میں انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے میں بیان کیا گیا تھا۔ ان معاہدوں نے بین الاقوامی تعاون کے ایک نئے ماحول کی نوید سنائی۔

Jomtien میں اس بات پر توجہ مبذول کرائی گئی کہ دو تہائی لڑکیاں پرائمری تعلیم تک رسائی حاصل نہیں کر پاتیں اور بالغ افراد میں سے زیادہ تر خواتین بنیادی تعلیمی مہارتیں حاصل نہیں کر پاتیں۔ صنفی عدم مساوات کو عالمی طور پر "خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کے خاتمے" (CEDAW) کے اقوام متحدہ کے کنونشن 1979ء میں تسلیم کیا گیا ہے۔ CEDAW نے خواتین کے لیے سیاست اور عام زندگی کے ساتھ ساتھ خواتین کے تولیدی حقوق اور مساوی مواقع تک رسائی کو یقینی بنانے کے ذریعے خواتین اور مردوں کے درمیان مساوات پیدا کرنے کے لیے بنیاد فراہم کی ہے۔

اس عمل کے باوجود تعلیم میں صنفی مساوات کے ایجنڈے کو فروغ دینے کے لیے EFA کی تحریک اور خواتین کے گروپس کے درمیان بہت کم رابطے ہوئے۔ جس کے باعث یہ موقع ضائع ہو گیا کیونکہ خواتین کے گروپس سماجی تبدیلی کے لیے بنیادی کردار تھے۔ 1995ء میں بیجنگ اعلامیہ اور اقدام کے پلیٹ فارم (Platform for Action) بیجنگ میں خواتین پر منعقدہ چوتھی عالمی کانفرنس کے موقع پر پہلی مرتبہ صنفی مساوات اور خواتین کو بااختیار بنانے کے مسئلے کو ترقیاتی ایجنڈے میں خصوصی جگہ دی گئی تا کہ خواتین اور لڑکیوں کے حق کو یقینی بنایا جائے۔ ان میں خاندان، کمیونٹی، دفاتر اور معاشرے میں ذمہ داری اور طاقت کے اصول پر بھی توجہ دی گئی یعنی اس ضرورت پر زور دیا گیا کہ مرد و خواتین ہر کام میں برابری کی بنیاد پر شرکت کریں۔

اقدام کے لیے پلیٹ فارم میں صنفی مساوات کے لیے واضح اہداف طے کیے گئے ہیں۔ اس میں ممالک کو کہا گیا کہ 2000ء تک بنیادی تعلیم تک عالمی رسائی فراہم کی جائے اور پرائمری سکول کی عمر کے بچوں میں سے کم از کم 80 فیصد بچوں کی پرائمری سکول کی تعلیم کو یقینی بنایا جائے، 2005ء تک پرائمری اور ثانوی سکول کی تعلیم میں صنفی خلاء کو کم کیا جائے، اور سال 2015ء سے پہلے تمام ممالک میں عالمی پرائمری تعلیم فراہم کی جائے۔ 2010ء میں بیجنگ کانفرنس کی 15ویں سالگرہ کے موقع پر اس عزم کی تجدید کی گئی جیسا کہ 1979ء کے CEDAW کے مقاصد پر عمل درآمد کا وعدہ کیا گیا تھا۔

ذریعہ: یونیسکو (2012)، اقوام متحدہ (1997)، اقوام متحدہ (2000-2009) اقوام متحدہ (2010)۔

پرائمری اور ثانوی تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف حاصل کرنے کے حوالے سے پہلی قابل ذکر پیش رفت بعد از ڈاکار EFA کے عرصے کی چند کامیاب کہانیوں میں سے ایک ہے۔ عالمی سطح پر تاریخ میں کسی بھی دور کے مقابلے میں اس عرصہ میں خواتین اور لڑکیوں کو تعلیمی مواقع تک زیادہ بہتر رسائی حاصل ہوئی ہے جس سے ہر لڑکی کو تعلیم حاصل کرنے کے حق کا احساس اجاگر کرنے میں مدد ملی۔ تاہم صنفی برابری میں بہتری لانے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ خواتین کی سماجی اور معاشی حالت میں بہتری آ جائے یا انھیں زیادہ مساوات حاصل ہو جائے۔

دوسرا یہ کہ جیسے جیسے بچوں کی زیادہ تعداد خصوصاً لڑکیوں نے سکول تک رسائی حاصل کی ہے ویسے ہی ان رکاوٹوں کے بارے میں آگاہی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جن کی وجہ سے لاکھوں لڑکے اور لڑکیاں سکول میں داخلہ نہیں لے سکتے۔ ان میں سے بیشتر رکاوٹیں صنفی ہیں۔ تعلیم میں صنفی عدم مساوات کی حقیقت تسلیم کرنے کے رجحان میں اضافہ صنفی امتیاز کے مسئلے سے نمٹنے کی طرف ضروری قدم ہے۔

تیسرا اہم رجحان معیاری تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کرنا ہے۔ سکول پر مبنی عناصر جیسے کلاس روم میں بچوں کی ضرورت سے زیادہ تعداد، غیر تربیت یافتہ اساتذہ، وسائل کی کمی اور صنفی تشدد کی وجہ سے بچوں کو معیاری تعلیم نہیں ملتی۔ ایک غیر معیاری تعلیم سے بچوں کی تعلیم کے شعبے میں کامیابیاں محدود ہو جاتی ہیں اور ان کے سکولوں سے اخراج کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ ایسے بچے جن کو پہلے ہی دشواریوں اور امتیازی سلوک کا سامنا ہے خصوصاً لڑکیاں، وہ غیر معیاری تعلیم سے شدید متاثر ہوتے ہیں (UNESCO-2014C)۔ مزید برآں سکولوں کی رسمی تعلیم کا یہ مسئلہ بالغ ہونے کے بعد بھی موجود رہتا ہے۔ لاکھوں ایسے بالغ افراد جن میں زیادہ تر خواتین شامل ہیں جو تعلیم کے نظاموں میں ناکام ہو چکے ہیں، ان میں لکھنے اور پڑھنے کی مہارتیں ناکافی ہوتی ہیں اور ان کو بہتر صحت کی نگہداشت اور بہتر ملازمت تک رسائی میں دشواری کا سامنا رہتا ہے کیونکہ وہ پڑھ یا لکھ نہیں سکتے۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس کا EFA کے دور میں ازالہ نہیں کیا گیا۔

چوتھا رجحان صنفی برابری کی غالب توجہ کو تعلیم میں صنفی مساوات کی وکالت اور سمجھ بوجھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت کو تسلیم کرنا ہے۔ یہ ایک چیلنج ہے۔ صنفی مساوات کی وکالت ابھی تک صنفی برابری کی وکالت سے مطابقت نہیں رکھتی۔ تعلیم میں صنفی مساوات کے حوالے سے یہ ایک پیچیدہ صورت ہے کیونکہ برابری کی نسبت اسے جانچنا زیادہ مشکل ہے۔ تعلیم میں صنفی مساوات کی طرف پیش رفت کا جائزہ لینے کے لیے سکولوں میں داخل لڑکوں اور لڑکیوں یا مردوں اور خواتین کی تعداد گننے کے عمل سے آگے جانے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے لیے یہ دریافت کرنا پڑے گا کہ کس طرح صنف سے تعلق رکھنے والے خیالات اور اعمال کلاس روم اور سکول کمیونٹی میں لوگوں کے تعلیمی تجربات، ان کی تعلیمی کامیابیاں اور ان کے مستقبل کی خواہشات کو وضع کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس حوالے سے بھی جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت ہوگی کہ تعلیم لوگوں کو بااختیار بنائے کہ وہ اپنے معاشرے، کمیونٹی یا گھر میں پائے جانے والے امتیاز کی مختلف شکلوں کا مقابلہ کر سکیں۔

تعلیم میں صنفی برابری کی طرف پیش رفت

داخلے میں صنفی برابری کے ہدف کا حصول تعلیم میں صنفی مساوات کے ہدف کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ اگرچہ تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف حاصل کرنے والے ممالک کا تناسب 1999 کے بعد سے (صنفی برابری کے جدول کے مطابق 0.97-1.03) بڑھتا آیا ہے۔ لیکن تعلیم کی مختلف سطحوں میں پیش رفت غیر متوازن رہی ہے اور عدم برابری کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکا۔ **(شکل 1)**

پری پرائمری سطح پر برابری کا دعویٰ کرنے والے ممالک کا تناسب 1999ء میں 55 فیصد سے بڑھ کر 2012ء میں 70 فیصد ہو گیا جبکہ ایسے ممالک کی تعداد بہت کم تھی جن میں داخلے میں صنفی عدم مساوات کا خلا بہت زیادہ ہو۔ اگرچہ 2005ء تک پرائمری تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف پورا نہ ہو سکا۔ دو تہائی ممالک نے یہ ہدف 2012ء تک حاصل کر لیا۔ ثانوی تعلیم میں صنفی برابری کی طرف پیش رفت سست رہی: تقریباً آدھے ممالک نے ابتدائی ثانوی تعلیم میں برابری کا ہدف 2012ء تک حاصل کیا جبکہ صرف 29 فیصد ممالک نے اعلیٰ ثانوی تعلیم کا ہدف حاصل کیا۔ اور اگرچہ ابتدائی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم میں شدید صنفی عدم مساوات والے ممالک کی تعداد میں کمی آئی ہے۔ داخلوں میں عدم برابری کا بڑا خلاء موجود ہوتا ہے اور یہ خلاء تعلیم کی اگلی سطحوں پر مزید بڑھ جاتا ہے۔ صرف 4 فیصد ممالک نے یونیورسٹی تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف 2012ء تک حاصل کیا۔

شکل 1: جیسے جیسے تعلیمی سطحوں میں اضافہ ہوتا ہے، داخلے میں صنفی عدم برابری زیادہ دکھاتی دیتی ہے۔

تمام سطحوں پر داخلے کی کل شرحوں میں صنفی برابری کے انڈیکس (GPI) کے لحاظ سے ممالک کا فیصد

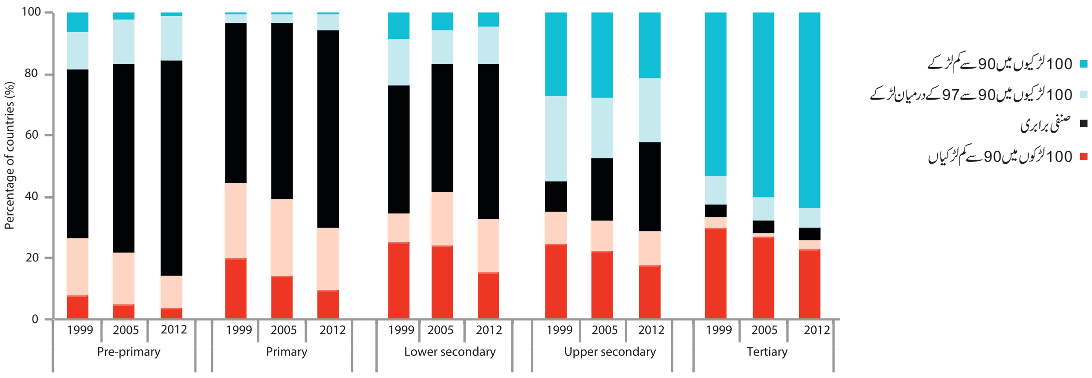

Note:Only countries with data for each of the three years are included.
Source: UIS database.

جیسا کہ مقاصد 2 اور 4 میں لڑکیوں اور خواتین کو ہدف بنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا اور ڈاکار لائحہ عمل کا صنفی برابری کا ہدف پرائمری اور ثانوی تعلیم پر مرکوز تھا۔EPA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ 2015 (GMR) میں شمار کیے گئے اندازوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ پیش رفت ہوئی ہے۔لیکن 2015ء میں آدھے سے کم ممالک نے دونوں سطحوں پر صنفی برابری کا ہدف حاصل کیا ہے۔(بکس 3)

اس رپورٹ کے دوسرے حصے میں روایتی تعلیم میں صنفی برابری میں رجحانات کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جو پری پرائمری تعلیم سے شروع ہوتی ہے لیکن پرائمری اور ثانوی تعلیم تک رسائی اور تکمیل پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ تعلیم کے نتائج میں صنفی عدم برابری کو دیکھتے وقت اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ لاکھوں لڑکیاں اور لڑکے سکول نہیں جاتے جو کبھی سکول نہیں گئے یا وہ سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ سکولوں میں داخلے کے حوالے سے صنفی عدم مساوات کی وجوہات جاننا خاص طور پر ان ممالک میں اہم ہے جہاں مجموعی طور پر سکولوں میں داخلوں کی تعداد بڑھانے میں مشکل پیش آرہی ہے۔

بکس 3: دنیا کے آدھے سے کم ممالک 2015ء تک پرائمری اور ثانوی تعلیم دونوں میں برابری حاصل کر لیں گے

EFA کے مقصد 5 کا تقاضا ہے کہ پرائمری اور ثانوی دونوں تعلیم کی سطحوں پر صنفی عدم برابری کا خاتمہ کیا جائے۔ پرائمری اور ثانوی تعلیم کی پیش رفت کا اکثر الگ سے جائزہ لیا جاتا ہے حالانکہ دونوں سطحوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس حد تک مقصد 5 حاصل کیا گیا ہے۔ تعلیم کی دونوں سطحوں پر GPI کے رجحان کے حوالے سے 145 ممالک کے ڈیٹا سے پتہ چلتا ہے کہ صرف 62 ممالک 2015 تک پرائمری اور ثانوی دونوں سطحوں پر ہونے والے داخلوں میں صنفی برابری حاصل کر پائیں گے۔

ان میں سے تین تہائی سے زیادہ ممالک شمالی امریکہ اور مغربی یورپ (22)، وسطی و مشرقی یورپ (15) اور مشرقی ایشیا اور بحرالکاہل (10)، لاطینی امریکہ و کیریبین (7)، وسطی ایشیا (4)، عرب ریاستیں (3)، جنوبی و مغربی ایشیا (1) میں ہیں۔ سب صحارا افریقہ کا کوئی بھی ملک 2015 تک پرائمری اور ثانوی سطح پر صنفی برابری حاصل کر پائے گا۔

اگرچہ دنیا کے آدھے سے زیادہ ممالک میں صنفی برابری کا ہدف حاصل نہیں کیا گیا لیکن ڈیٹا بتاتا ہے کہ اس سلسلے میں پیش رفت ضروری ہوئی ہیں اور کوششیں بھی کی گئی ہیں۔ گزشتہ 15 سالوں میں 1990 تا 1999 کے رجحانات پر مبنی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ 62 ممالک کے بجائے صرف 25 ممالک پرائمری اور ثانوی سطح پر 2015 تک صنفی برابری کا ہدف حاصل کر لیں گے۔

ذریعہ: Bruneforth (2015).

پری پرائمری تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف تقریباً حاصل ہو چکا ہے۔

اچھے معیار کی پری پرائمری تعلیم تک رسائی لڑکوں اور لڑکیوں کے پرائمری تعلیم کے نتائج پر بہت اچھا اثر ڈالتی ہے۔ اس سے ان کے سکول میں داخلے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ سکول سے اخراج کے امکانات کم ہو جاتے ہیں اور بنیادی مہارتیں حاصل ہوتی ہیں۔

عالمی سطح پر پری پرائمری تعلیم میں داخلوں کی شرح 1990ء میں 27 فیصد تھی جو 1999ء میں بڑھ کر 33 فیصد ہو گئی اور 2012ء میں یہ شرح 54 فی صد ہو گئی۔ اگر اسی رفتار سے داخلوں میں اضافہ ہوتا رہا تو 2015 تک یہ شرح 58 فیصد ہو جائے گی۔ اس پورے عرصے کے دوران صنفی برابری قائم رہی ہے۔ (**شکل 2**)۔ 2012 میں صرف مشرقی ایشیا اور بحرالکاہل کے علاقے میں اس سطح پر صنفی عدم برابری ریکارڈ کی گئی۔ حالانکہ 2000ء میں وہاں صنفی برابری تھی۔ عرب ممالک میں قابل ذکر پیش رفت ہوئی جہاں 1999ء میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں صرف 79 لڑکیاں سکول میں داخل ہوتی تھیں۔

پرائمری تعلیم میں اہم پیش رفت لیکن بہت کچھ مزید کرنے کی ضرورت ہے

1999ء میں عالمی سطح پر پرائمری تعلیم میں عدم برابری زیادہ تھی یعنی ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 92 لڑکیاں سکول میں داخلہ لیتی تھیں۔ 2012ء تک عالمی اوسط 97 ہو گئی جو برابری کی لکیر سے تھوڑا اوپر تھی (**شکل 3**)۔ عالمی سطح پر 1999ء کے بعد سے پرائمری تعلیم میں صنفی عدم برابری نمایاں طور پر کم ہوئی ہے لیکن مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی۔ اعداد و شمار رکھنے والے تمام ممالک میں برابری کی شرح 1999ء میں 52 فیصد سے بڑھ کر 2005ء میں 57 فیصد ہو گئی اور 2012ء میں یہ شرح 65 فیصد ہو گئی۔ ان 57 ممالک میں سے جہاں 2012ء تک صنفی برابری حاصل نہیں ہوئی تھی 48 ممالک میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے کم تھی جبکہ 9 ممالک میں لڑکوں کی تعداد لڑکیوں کی نسبت کم تھی۔

خطوں کے حوالے سے جنوبی اور مغربی ایشیا نے تیزی سے ترقی کی اور کم ترین ابتدائی نقطے سے شروع ہو کر پرائمری تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف حاصل کیا۔ علاقائی GPI جو 1999ء میں 0.83 تھا، سے بڑھ کر 2012 میں 1.00 ہو گیا (شکل 3)۔ اگرچہ خطے کے ممالک میں اس اوسط میں وسیع فرق پایا جاتا ہے۔ اس عرصے کے دوران 8 میں سے صرف 4 ممالک نے برابری حاصل کی جن میں بھوٹان، بھارت، ایران اور سری لنکا شامل ہیں۔ افغانستان میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں داخلے لینے والی لڑکیوں کی تعداد صرف 72 تھی۔ نیپال میں 2012ء تک صنفی خلاء بدل گیا یعنی پرائمری تعلیم میں داخل ہونے والے بچوں میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔

شکل 2: تمام خطوں میں صرف ایک خطہ نے پرائمری تعلیم میں صنفی برابری حاصل کی۔

پری پرائمری تعلیم میں خطے کے لحاظ سے صنفی برابری کا انڈیکس 1990 تا 2012۔

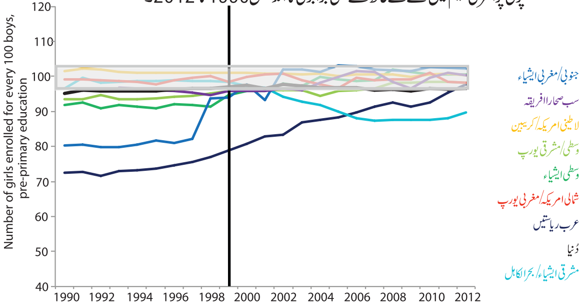

Source: UIS database.

شکل 3: پرائمری تعلیم میں علاقائی سطح پر صنفی عدم برابری کم ہوئی ہے اور جنوبی اور مغربی ایشیا میں کافی پیش رفت ہوئی۔

پری پرائمری تعلیم میں خطے کے لحاظ سے صنفی برابری کا انڈیکس 1990 تا 2012۔

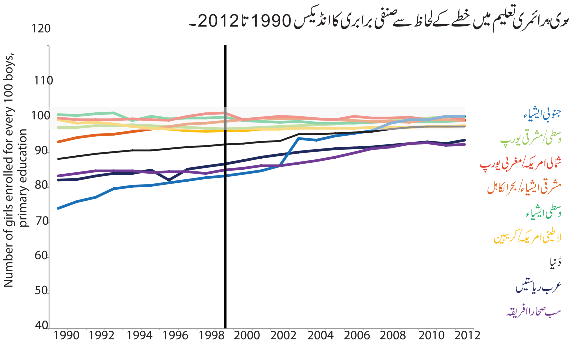

Source: UIS database.

عرب ممالک میں 2012ء میں GPI صرف 0.93 تھا اور سب صحارا افریقہ میں 0.92۔ 1999 کے بعد بہتری آئی ہے لیکن برابری کا ہدف ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ ان دو خطوں کے زیادہ تر ممالک میں مجموعی پرائمری تعلیم میں صنفی عدم برابری میں کمی کا واضح رجحان دیکھا گیا ہے (**شکل 4**)۔ وہ ممالک جنہوں نے صنفی عدم برابری کم کر نیکا کرنے میں اچھی پیش رفت کی ہے ان میں بینن (Benin)، برقینہ فاسو (Burkina Faso) اور مراکش شامل ہیں۔ برونڈی (Burundi) جہاں 1999ء میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 79 لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی تھیں وہاں 2012ء میں صنفی برابری کا ہدف حاصل کر لیا گیا۔ تاہم مجموعی طور پر یہ دو خطے برابری کی ہدف سے دور رہے ہیں اور ایسے 18 ممالک میں 13 ممالک سب صحارا افریقہ سے تعلق رکھتے تھے جہاں 100 لڑکوں کے مقابلے میں داخلہ لینے والی لڑکیوں کی تعداد 90 سے کم تھی۔

وہ ممالک جہاں صنفی خلاء بدل ہوگیا، وہ صنفی برابری کا ہدف حاصل کرنے کی فطری ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ مستقبل کی پالیسی کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے داخلوں کے رجحانات کا محتاط جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ گیمبیا، نیپال اور سینیگال میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی زیادہ تعداد صرف یہ ظاہر نہیں کرتی کہ زیادہ لڑکیاں سکولوں میں داخل ہو رہی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ لڑکوں کی بڑی تعداد سکول چھوڑ رہی ہے۔ سینیگال میں 1999ء میں سکول چھوڑنے والوں میں لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کی تعداد کم تھی۔ سکول چھوڑنے والی ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں ایسے، لڑکوں کی تعداد 81 تھی۔ 2011ء میں یہ رجحان بدل گیا یعنی سکول چھوڑنے والے لڑکوں کی تعداد لڑکیوں کی نسبت زیادہ ہوگئی۔ (ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں 113 لڑکے)۔ اس لیے صنفی برابری میں تبدیلیوں کا مطلب اخذ کرتے ہوئے احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ یہ تعلیمی نظام یا پورے معاشرے میں غیر مطلوبہ پیش رفت دکھاتی ہیں لیکن ایسی تبدیلیاں کسی خاص وجہ کا باعث نہیں ہیں۔ لڑکیوں کے داخلوں میں اضافے کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ اس سے لڑکوں کو براہ راست نقصان ہوگا۔

ایسے ممالک میں پیش رفت ہوئی ہے جہاں لڑکیوں کو بہت زیادہ محرومی کا سامنا تھا

1999ء سے ان ممالک میں صنفی عدم برابری کم کرنے میں اہم پیش رفت ہوئی ہے جہاں سکولوں میں داخلے کی شرح لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں میں کم تھی۔ 1999ء اور 2012ء کے ڈیٹا کے مطابق 161 ممالک میں سے 33 ممالک (بشمول سب صحارا افریقہ کے 20 ممالک) میں 1999ء میں تعلیم حاصل کرنے والے ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد 90 سے کم تھی۔

شکل 4: پرائمری تعلیم میں صنفی عدم برابری کم ہوئی ہے لیکن کئی ممالک میں اب بھی وسیع خلاء موجود ہے۔

منتخب ممالک میں پرائمری کے کل داخلوں کی شرح کے لحاظ سے صنفی برابری کا انڈیکس 1999 تا 2012۔

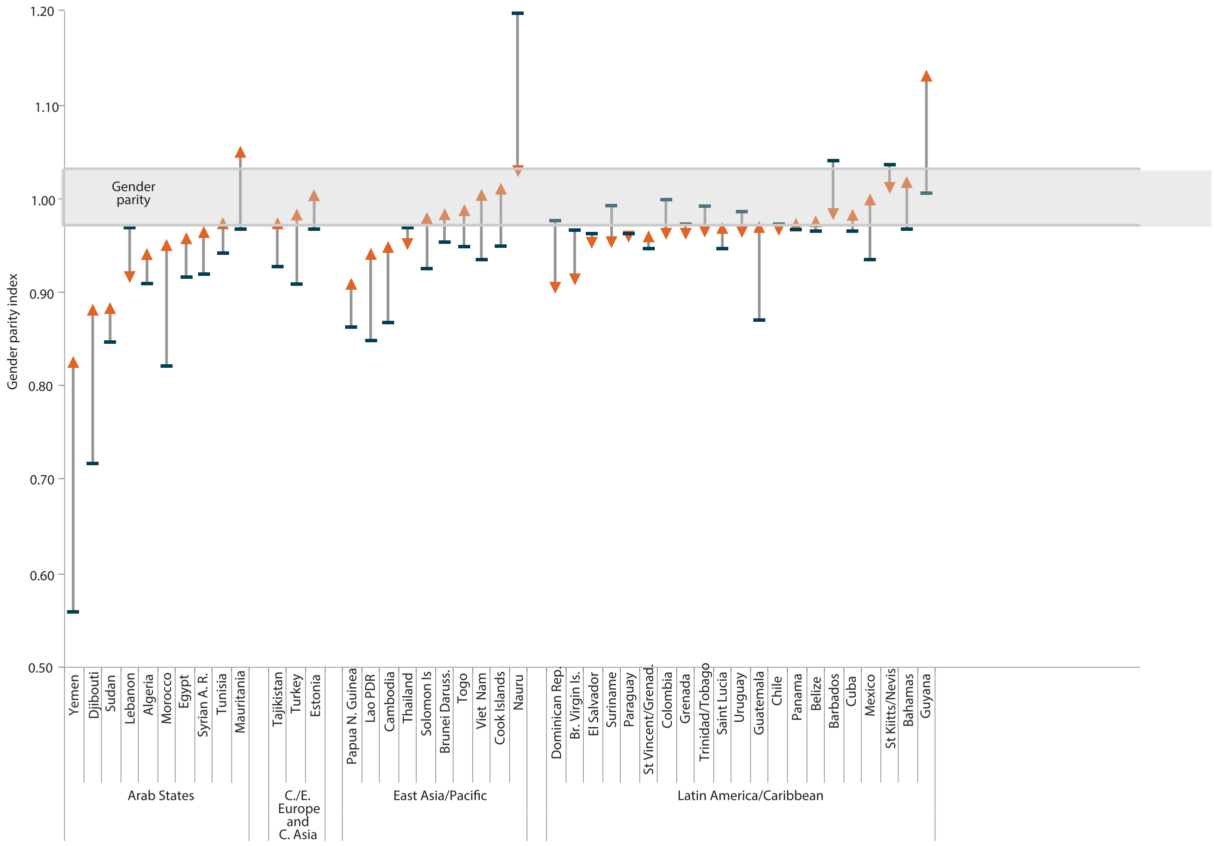

Source: UIS database.

2012ءتک ایسے مما لک کی تعداد کم ہو کر 16 ہوگئی۔1999 میں کم ترین درجہ رکھنے والے ملک افغانستان نے پرائمری تعلیم میں داخلے کی مجموعی شرح جو 1999 میں 4 فیصد سے بھی کم تھی،2012ء میں 87 فیصد تک بڑھا دیا جس کے نتیجے میں اس کی GPI سطح 0.08 سے بڑھ کر 0.72 ہوگئی۔

شکل 5 میں1990،1999اور2012 کے ڈیٹا کے مطابق ان مما لک میں پیش رفت کا موازنہ کیا گیا ہے۔1999میں0.90 سے کم GPIs رکھنے والے 28 مما لک میں سے 16 مما لک نے یہ حد2012 میں عبور کی۔ ان میں سے بھوٹان ، برونڈی اور بھارت نے صنفی برابری کا ہدف حاصل کیا۔ بینن(Benin)، برقینہ فاسو(Burkina Faso)اور مراکش جیسے مما لک جنھوں نے صنفی برابری کا ہدف حاصل نہیں کیا۔ وہاں بھی یہ شرح ڈرامائی طور پر بڑھ گئی۔

گوئٹے مالا اور مراکش جیسے مما لک جو صنفی برابری کے ہدف کے قریب نہیں تھے، انھیں تعلیم کی ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوششیں تیز کرنی چاہیے جن کے باعث مسائل کی شکار لڑکیاں متاثر ہوتی ہیں۔ ڈیجبوٹی(Dijbuti)، اریٹیرا(Eriterea)اور نائجیر یا جیسے مما لک جہاں2012ء میں مجموعی داخلے کی شرح 80 فیصد سے کم تھی، انھیں دوطرفہ چیلنج کا سامنا تھا یعنی سکولوں میں بچوں کی تعداد بڑھانا اور اس کے ساتھ ساتھ صنفی عدم برابری کو کم کرنے کی کوشش کرنا۔

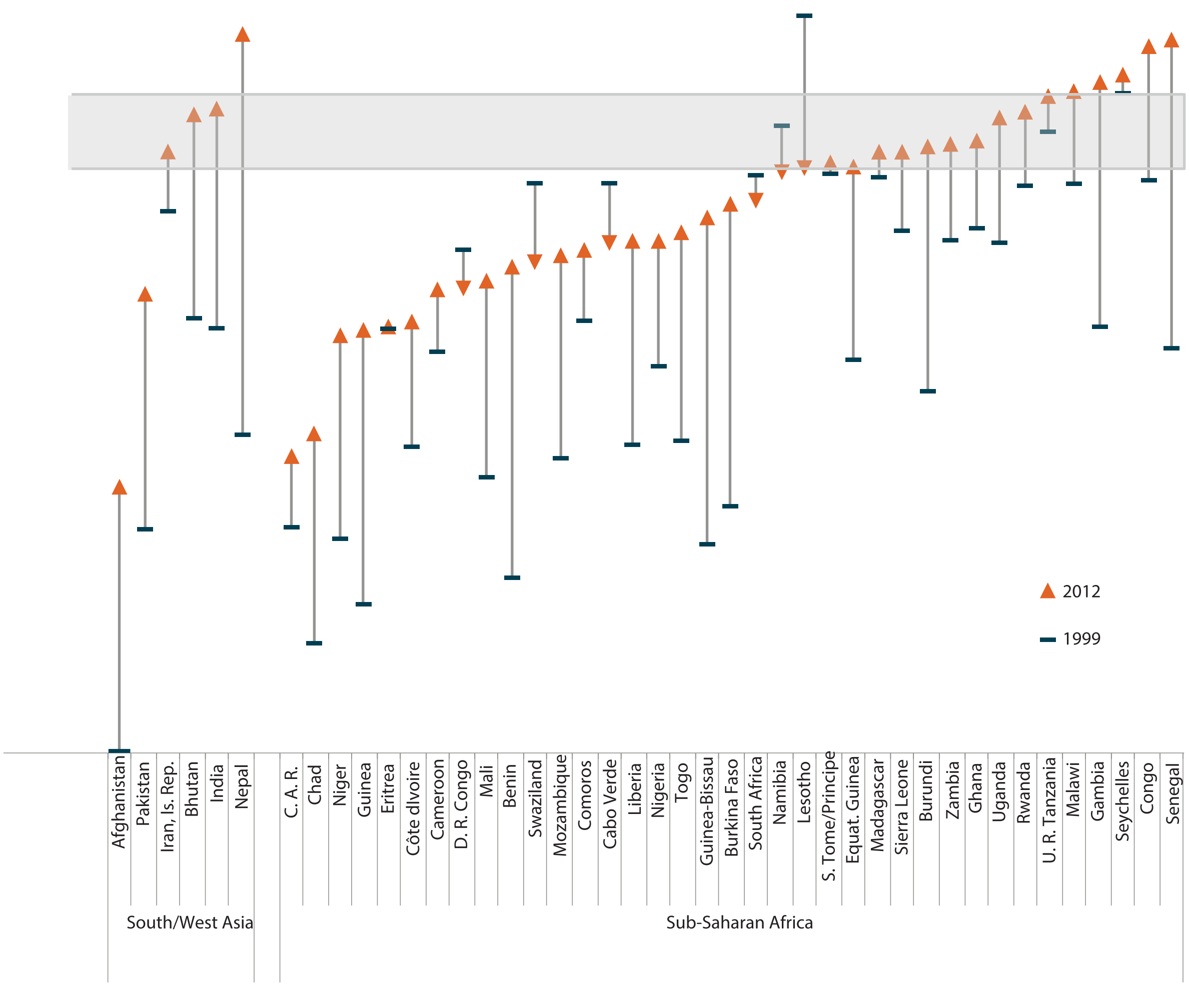

شکل 5: شدید صنفی عدم برابری کو کم کرنے کی پیش رفت کے باوجود لڑکیوں کو کئی ممالک میں پرائمری تعلیم میں داخلہ لینے میں اب بھی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

1990، 1999 تا 1999 اور 1999 تا 2012 میں 0.90 سے کم جی پی آئی رکھنے والے ممالک میں پرائمری کے کل داخلے کی شرح کے لحاظ سے صنفی برابری کا انڈیکس۔

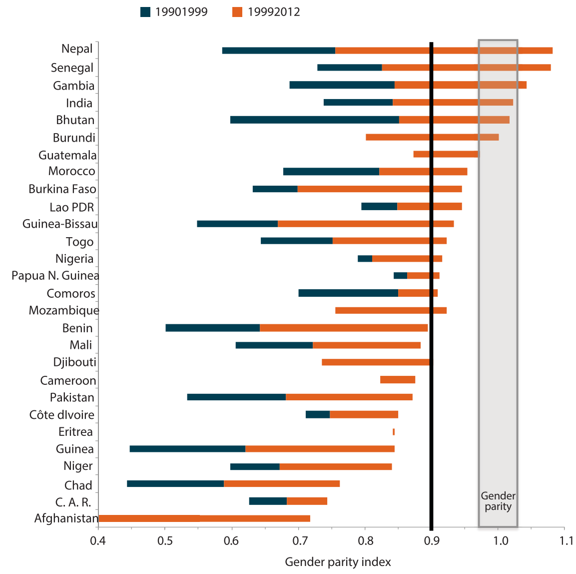

Source: UIS database.

غریب ترین لڑکیوں کے سکول میں داخل ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں

2012ء میں یہ تخمینہ لگایا گیا تھا کہ تقریباً 58 ملین پرائمری سکول کی عمر کے بچے سکول نہیں جاتے تھے جبکہ 1999 میں یہ تعداد 106 ملین تھی۔ ان میں سے تقریباً 50 فیصد بچے سب صحارا افریقہ سے تعلق رکھتے تھے جبکہ 1999ء میں یہ شرح 40 فیصد تھی۔ اس کے مقابلے میں جنوبی اور مغربی ایشیا میں جہاں 1999ء میں سکول نہ جانے والے دنیا کے تمام بچوں میں سے 35 فیصد بچے رہتے تھے۔ 2012ء میں یہ شرح کم ہو کر 17 فیصد ہو گئی۔

سکول نہ جانے والے بچوں کی تین اقسام ہوتی ہیں۔ وہ جو آخر کار سکول جانا شروع ہو جائیں گے؛ وہ جو کبھی سکول نہیں جائیں گے؛ وہ سکول میں داخل ہوئے تھے لیکن پھر چھوڑ گئے۔ تخمینوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکول نہ جانے والے 25 ملین (43 فیصد) بچے کبھی سکول نہیں جائیں گے۔ یہ تخمینہ سب صحارا افریقہ میں 50 فیصد جبکہ جنوبی اور مغربی ایشیا میں 57 فیصد ہے۔

قابل ذکر صنفی عدم برابری موجود ہے: سکول نہ جانے والے بچوں میں 37 فیصد لڑکوں کے مقابلے میں 48 فیصد لڑکیاں کبھی سکول نہیں جائیں گی لیکن 20 فیصد لڑکیوں کے مقابلے میں زیادہ

یعنی 26 فیصد سکول چھوڑ جائیں گے۔ عرب ممالک میں یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ سکول نہ جانے والے بچوں میں سے ایک چوتھائی لڑکوں کے مقابلے میں آدھی لڑکیاں کبھی سکول داخل نہیں ہوں گی۔ (**شکل 6**)

غریب بچے خصوصاً لڑکیاں سکول سے باہر رہنے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ 2000ء کے دوران ایسے 10 ممالک جہاں کبھی سکول نہ جانے والے بچوں کی شرح سب سے زیادہ ہے، ان

پاکستان میں 2006 اور 2012 کے دوران امیر اور غریب بچوں کے درمیان صنفی خلاء کو کم کرنے کے لیے پیش رفت بہت کم ہوئی تھی۔

میں سے 9 ممالک کا تعلق سب صحارا افریقہ سے تھا (**شکل 7**)۔ اور جیسا کہ کبھی سکول نہ جانے والے بچوں کا مجموعی تناسب کم ہوا، غریب ترین لڑکیوں میں کبھی سکول نہ جانے کا رجحان جاری رہا۔ گینیا (Guinea) اور نائجیریا میں غریب ترین لڑکیوں میں سے تقریباً 70 فیصد نے کبھی سکول میں داخلہ نہیں لیا جب کہ اس کے مقابلے میں امیر لڑکوں میں یہ شرح 20 فیصد سے کم تھی۔ ایتھوپیا اور سینیگال میں لڑکیوں کی مخصوص تعلیمی پالیسیوں کے باعث غریب بچوں میں صنفی خلاء میں کمی آئی ہے۔ اگرچہ لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد اب بھی سکول نہیں جاتی۔ پاکستان میں 2006 اور 2012ء کے دوران ایسے غریب بچوں کی تعداد کم کرنے جو کبھی سکول نہیں گئے یا ان میں صنفی خلاء کو 18 فیصد کم کرنے میں بہت کم پیش رفت ہوئی ہے۔

سکول میں داخل ہونے والے بچوں میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی پیش رفت

اگرچہ سکول داخل ہونے کے امکانات لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں میں کم ہوتے ہیں لیکن جب وہ داخل ہو جاتی ہیں تو لڑکیوں میں اگلی کلاسوں میں جانے کے امکانات لڑکوں کے برابر یا زیادہ ہوتے ہیں۔ کئی ممالک میں پانچویں کلاس تک تعلیم جاری رکھنے کی لڑکیوں کی شرح لڑکوں کی برابر یا زیادہ ہے۔ 1999ء اور 2011ء کے ڈیٹا کے مطابق 68 ممالک میں سے 57 ممالک میں پانچویں جماعت تک تعلیم جاری رکھنے کی شرح یا تو برابر تھی یا لڑکیوں کی شرح لڑکوں کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ جبکہ 2011ء (58 ممالک) میں یہ اعداد و شمار تقریباً برابر تھے۔
حتیٰ کہ ایسے ممالک جہاں ابتداء میں لڑکیوں کو انتہائی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا وہاں بھی سکول داخل ہونے والے بچوں کی پانچویں جماعت تک تعلیم جاری رکھنے کی شرح میں معمولی فرق یا کوئی فرق نہیں پڑا۔ کیمرون اور Cote d' Ivoire دونوں ممالک میں GPI 0.90 سے کم ہے لیکن لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم جاری رکھنے کی شرح برابر ہے۔ (**شکل 8**) گیمبیا، ملاوی اور نیپال سمیت کئی ممالک جہاں لڑکوں کو ابتداء میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر داخلے کی شرح لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں میں کم ہے۔

کچھ ممالک جیسا کہ بنگلہ دیش، برما اور تنزانیہ میں پانچویں جماعت تک تعلیم جاری رکھنے والے لڑکوں کی تعداد لڑکیوں کے مقابلے میں کم تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکوں میں سکول چھوڑنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

شکل 6: سکول نہ جانے والی تقریباً آدھی لڑکیاں کبھی بھی سکول میں داخل نہ ہو پائیں گی۔

دنیا اور اس کے ممالک علاقوں میں صنف کے لحاظ سے سکول نہ جانے والی لڑکیوں کے تقسیم۔

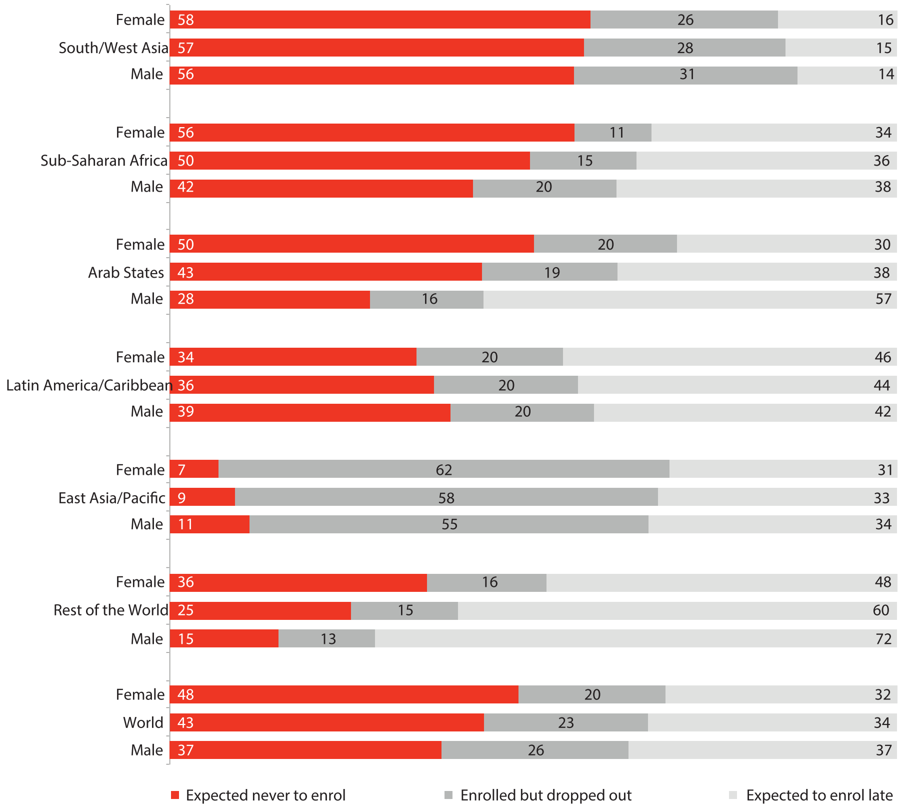

شکل 7: اکثر ممالک میں سکول نہ جانے والے بچوں کی کثیر تعداد میں غریب لڑکیوں کا کبھی بھی سکول نہ جانے کا امکان زیادہ ہے۔

منتخب ممالک میں دولت کے لحاظ سے کبھی بھی سکول نہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی فیصد 2000 تا 2010۔

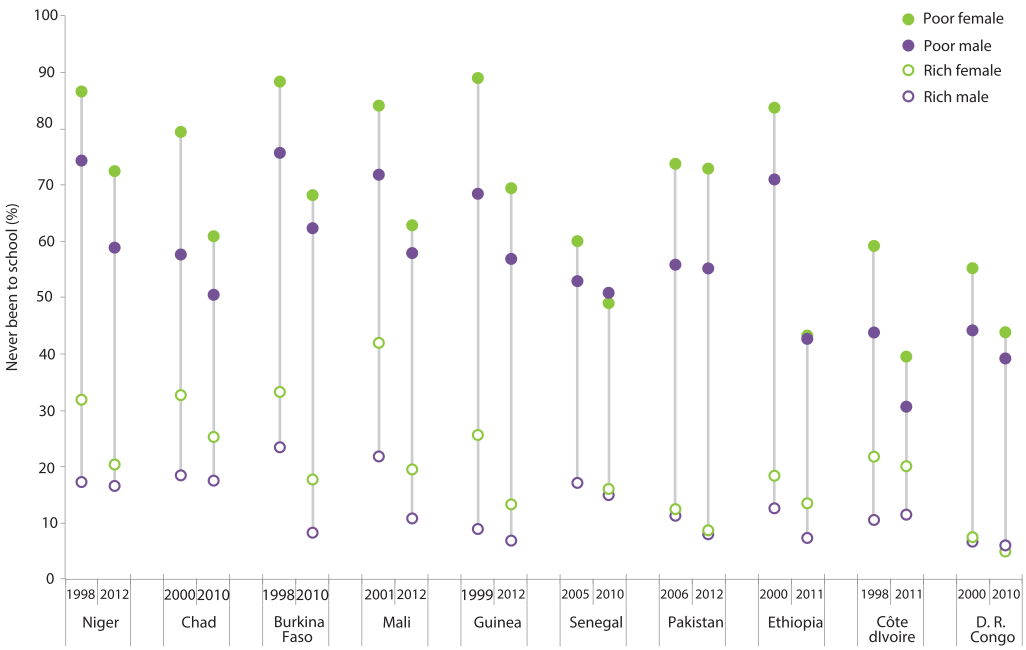

شکل 8: لڑکیاں سکول میں کم داخل ہوتی ہیں جبکہ لڑکے سکول جلد چھوڑ جاتے ہیں۔

پرائمری میں کل داخلے کی شرح اور گریڈ پانچ میں برقرار رہنے کی شرح کا صنفی برابری کا انڈیکس۔

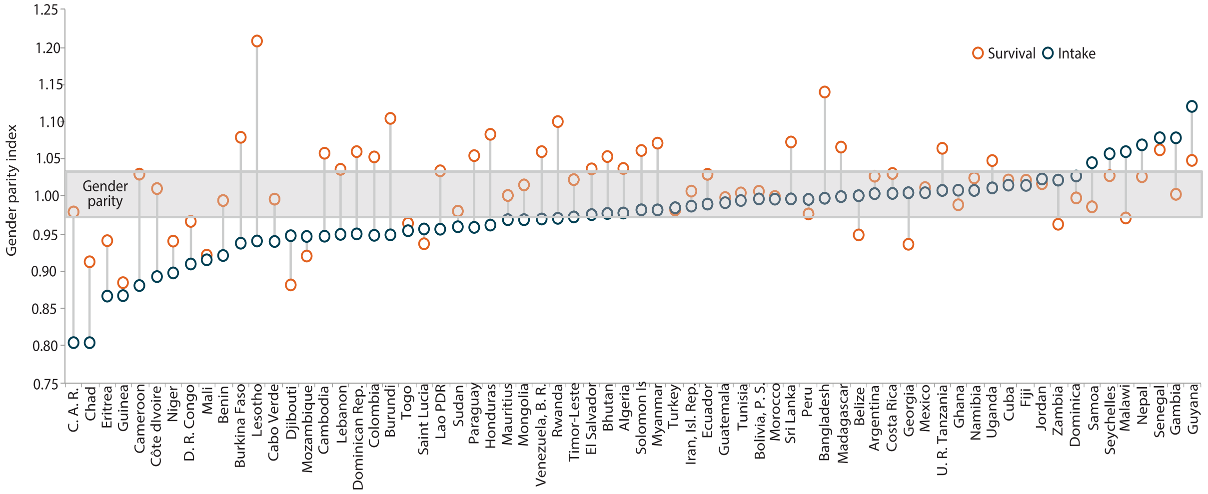

غربت پرائمری تعلیم کے حصول میں صنفی عدم برابری میں اضافہ کرتی ہے۔

پرائمری تعلیم کے حصول کی شرح کو سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے جس میں صرف سکول میں داخل ہونے والی بچوں کی بجائے کل آبادی میں سکول کی عمر کے تمام بچے شامل ہیں، یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ صنفی عدم برابری امیر بچوں کی نسبت غریب بچوں میں زیادہ ہوتی ہے۔(شکل 9) عوامی جمہوریہ لاؤ، موزمبیق اور یوگنڈا جیسے ممالک جہاں سال 2000ء سے امیر ترین بچوں میں پرائمری تعلیم میں صنفی برابری کا ہدف حاصل ہو چکا ہے۔ پرائمری تعلیم حاصل کرنے والی غریب ترین لڑکیوں کی تعداد ابھی بھی غریب ترین لڑکوں سے کم ہے۔ عوامی جمہوریہ لاؤ میں پرائمری تعلیم حاصل کرنے والی امیر ترین لڑکیوں کا تناسب 2000 میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 88 تھا جبکہ 2010 میں یہ تناسب برابر ہوگیا۔ اس کے علاوہ غریب ترین لڑکیوں کا یہ تناسب ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 77 سے کم ہو کر 70 ہو گیا۔

برازیل اور نکاراگوئے جیسے ممالک جہاں 2000ء میں غریب لڑکوں میں پرائمری تعلیم کے حصول کی شرح خاص طور پر کم تھی وہاں اب صنفی برابری کی جانب نمایاں پیش رفت ہوئی ہے۔ لیکن ہیٹی اور زمبابوے سمیت مختلف ممالک میں وسیع عدم برابری دیکھنے میں آئی ہے۔ جہاں غریب ترین لڑکوں میں پرائمری تعلیم مکمل کرنے کا امکان ایسی ہی لڑکیوں کی نسبت کم ہوتا ہے۔

غریب لڑکوں میں پرائمری تعلیم مکمل کرنے کی کم شرح کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکمت عملیاں بنانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ معلوم کیا جائے کہ لڑکے سکول کیوں چھوڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ممالک جو مجموعی طور پر لڑکیوں کے لیے تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہے ان کو اپنی کوششیں دوگنا کر دینی چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ پہلے مرحلے میں خاص طور پر غریب اور محروم لڑکیاں سکول میں داخل ہوں اور بعد میں جب وہ سکول جانا شروع ہو جائیں تو ان کو درپیش رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کی پرائمری تعلیم میں شرکت اور تکمیل کو یقینی بنانے کے لیے سکول میں داخلے کے وقت اور اگلی کلاسوں کے طریقۂ کار کا محتاط طریقے سے جائزہ لینا ضروری ہے۔

ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری وسیع ہے اور زیادہ غیر متوازی ہے۔

خصوصاً غریب ممالک میں پرائمری سے ثانوی تعلیم میں منتقلی کی بہتر شرح کے باعث ابتدائی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم میں شرکت میں 1999ء کے بعد سے اضافہ ہوا ہے۔ 1999ء اور 2012ء کے درمیان ثانوی تعلیم میں مجموعی داخلے کی شرح میں عالمی طور پر 27 فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور اس اضافے میں لڑکیوں کی تعداد 52 فیصد تھی۔

بین الاقوامی سطح پر صنفی عدم برابری کی شرح میں کمی آئی ہے 1999ء میں سکول میں داخل ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 91 لڑکیوں کی شرح کم ہو کر 2012ء میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 97 لڑکیاں ہوگئی جو کہ برابری کی سطح سے تھوڑا نیچے ہے۔ یہ شرح مختلف علاقوں میں مختلف ہے جنوبی اور مغربی ایشیا میں سب سے بہتر پیش رفت دیکھنے میں آئی ہے جہاں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 75 لڑکیوں جو کہ کم ترین ابتدائی سطح ہے، سے بڑھ کر

شکل 9: اگرچہ پیش رفت ہوئی ہے لیکن غریب بچوں میں پرائمری تعلیم کے حصول میں صنفی عدم برابری بڑھ رہی ہے۔

منتخب ممالک میں دولت کے لحاظ سے پرائمری تعلیم کے حصول کی شرح کا صنفی برابری کا انڈیکس 2000 اور 2010۔

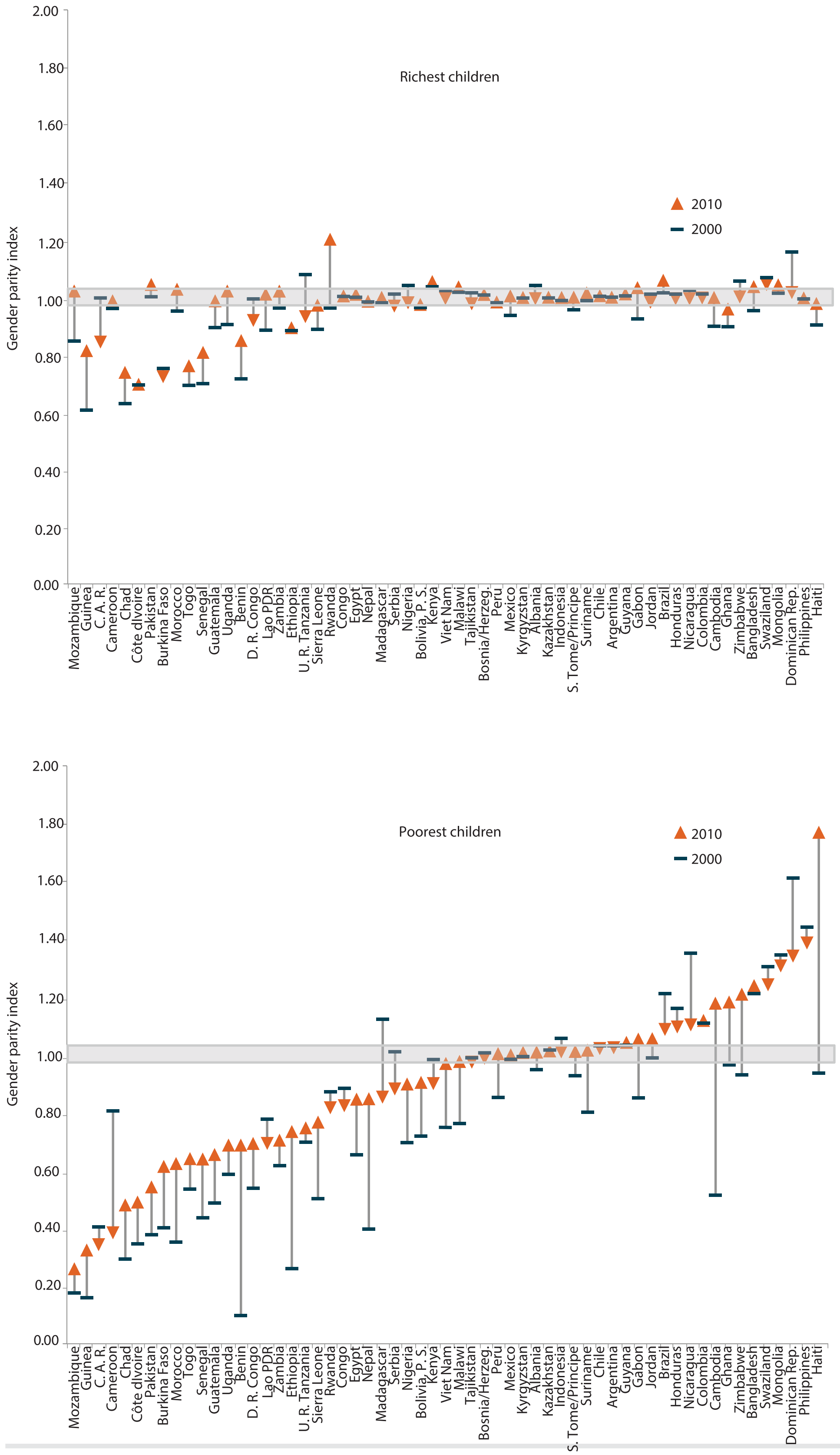

لڑکیاں ہوگئیں۔ اور وہاں ابتدائی اور اعلیٰ دونوں سطح کی ثانوی تعلیم میں تیزی سے پیش رفت ہوئی (شکل 10a اور b)۔ عرب ممالک میں بھی پیش رفت دیکھنے میں آئی جہاں 1999ء میں ثانوی تعلیم میں داخل ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 87 لڑکیوں کی شرح بڑھ کر 2012ء میں 95 ہوگئی۔ سب صحارا افریقہ میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی اوسط میں 1999ء کے بعد سے معمولی اضافہ ہوا اور 2012ء میں یہ شرح ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 84 لڑکیاں ہوگئی۔ لاطینی امریکہ اور کیریبین میں 2012ء میں ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں 93 لڑکے سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور اس شرح میں 1999ء کے مقابلے میں معمولی اضافہ ہوا ہے۔

مجموعی طور پر عدم برابری کم ہو رہی ہے۔ ابتدائی ثانوی تعلیم کی سطح پر 1999ء میں برابری کا ہدف حاصل کرنے والے ممالک کی شرح 41 فیصد تھی جو کہ 2005ء میں 42 فیصد ہوگئی اور 2012ء میں 50 فیصد ممالک نے برابری کا ہدف حاصل کر لیا۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم کی سطح پر یہ شرح بالترتیب 10 فیصد، 20 فیصد اور 29 فیصد تھی۔ زیادہ ممالک میں ابتدائی ثانوی تعلیم میں عدم برابری لڑکیوں کی وجہ سے تھی جبکہ اعلیٰ ثانوی تعلیم میں عدم برابری لڑکوں کے باعث تھی۔

دونوں سطحوں پر دو سالوں کے ڈیٹا کے مطابق 133 ممالک میں سے ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 90 لڑکیوں سے کم تعداد والے ممالک کی تعداد 1999ء میں 30 سے کم ہو کر 2012ء میں 19 ہوگئی۔ جن میں سے زیادہ تر ممالک کا تعلق عرب ریاستوں یا سب صحارا افریقہ سے تھا۔ اسی عرصے کے دوران ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں 90 لڑکوں سے کم تعداد والے ممالک کی تعداد 18 سے کم ہو کر 9 ہوگئی۔ (**شکل 11**)

شکل 10: بعض خطوں نے ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری کو کم کرنے میں قابلِ قدر پیش رفت دکھائی ہے لیکن عدم برابری ابھی بھی موجود ہے۔

خطے کے لحاظ سے صنفی برابری کا انڈیکس۔

a. Lower secondary education

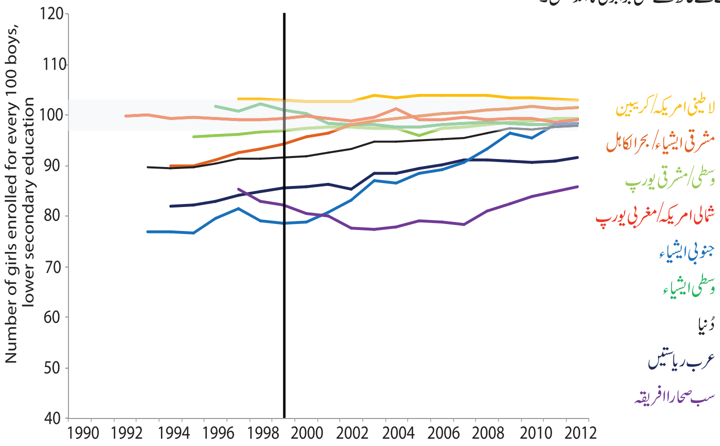

b. Upper secondary education

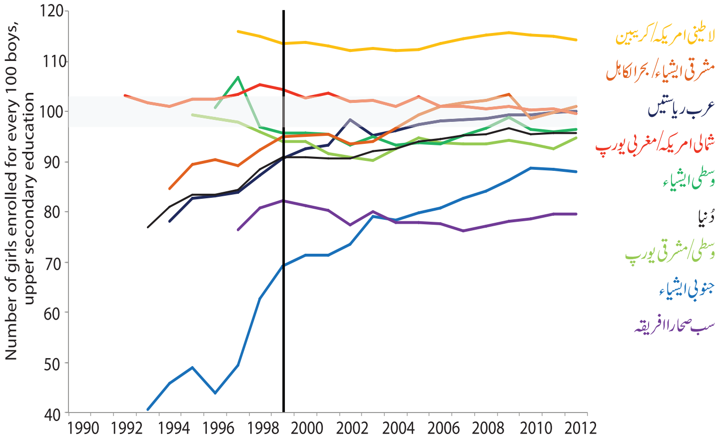

1999ء کے بعد سے ثانوی تعلیم میں لڑکوں کے داخلوں کے طریقۂ کار میں تبدیلی آئی ہے۔

ثانوی تعلیم میں عدم برابری کے بدترین کیس اب بھی لڑکیوں کی وجہ سے رونما ہو رہے ہیں۔ 2012ء میں 1999ء کے بعد سے ہونے والی پیش رفت کے باوجود 13 ایسے ممالک تھے جہاں صنفی عدم برابری کی شرح ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 80 لڑکیوں سے بھی کم تھی۔ انگولا میں 1999ء میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 76 لڑکیاں ثانوی تعلیم حاصل کر رہی تھیں اور یہ صنفی خلاء 2012ء میں بڑھ کر 65 لڑکیاں ہوگیا۔ وسطی افریقی جمہوریہ اور چاڈ (Chad) دونوں ممالک اندرونی جھگڑوں اور لڑائیوں کے باعث متاثر ہیں وہاں 2012ء میں ثانوی تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کے مقابلے میں نصف تھی۔

درمیانے اور زیادہ آمدنی والے کئی ممالک میں جہاں مجموعی طور پر ثانوی تعلیم میں داخل ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہاں تمام مغربی یورپی ممالک میں 2012ء تک لڑکوں کے باعث پیدا ہونے والا صنفی خلاء ختم ہو چکا تھا ماسوائے فن لینڈ اور لکسمبرگ (Luxembourg) کے۔ منگولیا اور جنوبی افریقہ میں صنفی عدم برابری کم کرنے کے حوالے سے واضح پیش رفت دیکھنے میں آئی اور 2012ء میں یہ دونوں ممالک صنفی برابری کا ہدف حاصل کرنے کے قریب تھے۔ تاہم چند امیر ممالک جیسا کہ ارجنٹائن، Suriname اور متعدد کریبین ممالک میں ثانوی تعلیم کے سطح پر صنفی خلاء بڑھ گیا۔ Lesotho میں 2012ء تک ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں صرف 71 لڑکے داخل تھے اور اس شرح میں 1999ء سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

پرائمری تعلیم میں داخلے کا کم رجحان اور ثانوی تعلیم سے اخراج عدم برابری کو تقویت دیتا ہے

ابتدائی ثانوی تعلیم میں داخل ہونے اور مکمل کرنے والے بچوں کی تعداد میں صنفی عدم برابری کم ہوئی ہے لیکن ابھی بیشتر ممالک برابری کے ہدف سے کافی دور ہیں۔GMR 2015 کے لیے 78 ممالک کے گھریلو سروے کے اعداد وشمار کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ کم آمدنی والے ممالک میں ابتدائی ثانوی تعلیم حاصل کرنے کی شرح 1999ء میں 25 فیصد سے بڑھ کر 2008ء میں 31 فیصد ہوگی۔ نچلی و درمیانی سطح کی آمدنی والے ممالک میں یہ شرح 52 فیصد سے بڑھ کر 69 فیصد ہوگئی جبکہ درمیانی سے زیادہ آمدنی والے ممالک میں یہ شرح 81 فیصد سے بڑھ کر 85 فیصد ہوگئی۔اس تجزیے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اوسطاً ابتدائی ثانوی تعلیم کرنے والوں میں 2000ء تک ہر 100 لڑکوں میں 81 لڑکیاں تھیں جبکہ 2010ء میں یہ تناسب بڑھ کر 93 ہو گیا۔

ان ممالک میں ابتدائی ثانوی تعلیم کے حصول میں زیادہ تر عدم برابری پرائمری سطح پر موجود عدم برابریوں کے باعث تھیں۔اگر چہ وہ لڑکے اور لڑکیاں جنہوں نے پرائمری تعلیم مکمل کی،ان میں اس بات کے امکان زیادہ ہوتے ہیں کہ وہ ابتدائی ثانوی تعلیم میں بھی داخل ہوں گے۔چونکہ کم لڑکیاں پرائمری سکول میں داخل ہوئی تھیں۔اس لیے کم لڑکیاں پرائمری تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور لڑکیوں کی بڑی تعداد پیچھے رہ جاتی ہے۔

ملاوی(Malawi) اور کیموڈیا جیسے چند غریب ممالک میں ابتدائی ثانوی تعلیم میں واضح پیش رفت دیکھی گئی ہے جس کی وجہ خاص طور پر پرائمری تعلیم میں عدم برابری کم کرنے کی جانب پیش رفت ہے۔کمبوڈیا میں جہاں 2000ء میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں صرف 66 لڑکیوں نے تعلیم حاصل کی وہاں پرائمری سطح پر 10 سالوں کے اندر برابری کا ہدف حاصل کر لیا گیا۔اس وجہ سے 2010ء میں ابتدائی ثانوی تعلیم کی سطح پر بھی 0.90 کی GPI کے ساتھ پیش رفت ہوئی۔ملاوی نے پرائمری تعلیم میں صنفی برابری کی جانب پیش رفت کی لیکن اس پیش رفت کے باوجود 100 لڑکوں کے مقابلے میں 90 لڑکیوں نے پرائمری تعلیم مکمل کی۔100 لڑکوں کے مقابلے میں 82 لڑکیوں نے ثانوی تعلیم میں داخلہ لیا اور ابتدائی ثانوی تعلیم کے اختتام پر صرف 75 رہ گئیں۔ملاوی اور کمبوڈیا دونوں ممالک میں عدم برابریاں ابتدائی ثانوی تعلیم میں داخل ہونے سے تعلیم مکمل ہونے تک بڑھ گئی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکیاں اس سلسلے میں مشکلات کا شکار ہیں۔(شکل **12**)

امیر ممالک جیسا کہ برازیل اور تیونس میں تعلیم چھوڑنے والے لڑکوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باعث ابتدائی ثانوی تعلیم مکمل کرنے والے لڑکوں کی تعداد لڑکیوں کے مقابلے میں کم ہوگئی۔ برازیل میں ابتدائی ثانوی تعلیم کا GPI 2000ء میں 1.12 سے بڑھ کر 2010ء میں 1.18 ہوگیا۔تیونس میں پرائمری تعلیم مکمل کرنے اور ابتدائی ثانوی تعلیم میں داخلے کی سطح پر برابری کا ہدف 2010ء تک حاصل کر لیا گیا۔ جہاں ماضی میں عدم برابری لڑکیوں کے باعث تھی۔تاہم اب ابتدائی ثانوی تعلیم کے اختتام تک باقی رہنے والے لڑکوں کی تعداد لڑکیوں کے مقابلے میں کم ہوگئی ہے۔ویت نام میں صنفی خلاء کافی حد تک ختم ہو چکا ہے۔

اعلیٰ ثانوی تعلیم چھوڑنے کا امکان لڑکیوں کی نسبت لڑکوں میں زیادہ ہوتا ہے۔2010ء کے ڈیٹا کے مطابق 78 ممالک میں ہر 100 لڑکیوں کے مقابلے میں 95 لڑکوں نے اعلیٰ ثانوی تعلیم مکمل کی اور ان اعداد وشمار میں 2000ء کے بعد سے معمولی تبدیلی آئی۔ایسے ممالک جیسا کہ برازیل جہاں ابتدائی ثانوی تعلیم حاصل کرنے میں لڑکوں کو پہلے ہی مشکلات کا سامنا تھا۔صنفی عدم برابری میں مزید اضافہ ہوگیا۔

OECD ممالک میں بالغ لڑکوں کے لیے تعلیم مکمل کرنے کی شرح باعث تشویش تھی جہاں 2011ء میں جرمنی کے علاوہ تمام ممالک میں اعلیٰ ثانوی تعلیم سے گریجویشن میں جانے والی لڑکیوں کی شرح لڑکوں کی نسبت زیادہ تھی۔اوسطاً 63 فیصد لڑکوں کے مقابلے میں 73 فیصد لڑکیوں نے اعلیٰ ثانوی تعلیم وقت پر مکمل کی۔آئس لینڈ(Iceland) اور پرتگال میں خلاء بہت زیادہ تھا جہاں لڑکیوں میں تعلیم مکمل کرنے کی شرح لڑکوں کے مقابلے میں 20 فیصد زیادہ تھی(OECD-2012b)

ماسوائے دو خطوں کے یونیورسٹی تعلیم میں مردوں کی نسبت خواتین کی زیادہ تعداد

دنیا بھر میں 2012ء تک اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخل ہونے والی خواتین کی تعداد مردوں کی نسبت زیادہ تھی۔اوسطاً GPI 1.04 تھا جبکہ 1999ء میں یونیورسٹی تعلیم کی سطح پر مردوں اور خواتین کی تعداد برابر تھی۔تاہم مختلف علاقوں میں یہ شرح مختلف تھی۔2012ء میں اوسطاً سب صحارا ممالک میں ہر 10 مردوں کے مقابلے میں 8 خواتین یونیورسٹی تعلیم میں داخل تھے جبکہ شمالی امریکہ، مغربی یورپ، لاطینی امریکہ اور کیریبین میں اس سطح پڑھنے والی ہر 10 خواتین کے مقابلے میں 9 سے کم مرد تھے۔(**شکل 13**)

2012ء میں صرف 4 فیصد ممالک نے یونیورسٹی تعلیم کی سطح پر برابری کا ہدف حاصل کیا اور اس شرح میں 1999ء کے بعد سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔اس کے علاوہ ایسے ممالک کی اوسط جہاں ہر 100 خواتین کی نسبت 90 مرد داخل تھے۔1999ء میں 53 فیصد سے بڑھ کر 2005ء میں 60 فیصد ہوگئی اور 2012ء میں یہ اوسط 64 فیصد ہوگئی۔(شکل 1)

تعلیمی نتائج میں صنفی برابری کا حصول ابھی باقی ہے

تعلیم میں صنفی مساوات کا ہدف حاصل کرنے کے لیے صرف یہ درکار نہیں ہوتا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو تعلیم میں شرکت اور رسائی کا برابر موقع دیا جائے بلکہ یہ خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ ان کی صنف کی وجہ سے ان کی تعلیمی کامیابیاں بری طرح متاثر نہ ہوں۔مختلف مضامین اور تعلیمی دور کے اہم مراحل پر کارکردگی پر اثر انداز ہونے والے صنفی خلاء کے عوامل کو سمجھنے کے لیے مزید تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

شکل 11: علاقے کے لحاظ سے ثانوی تعلیم میں صنفی خلاء بہتر ہوا ہے لیکن ابھی بھی بعض خطوں میں موجود ہے۔

ثانوی تعلیم میں داخلوں کی کل شرح کا صنفی برابری کا انڈیکس۔

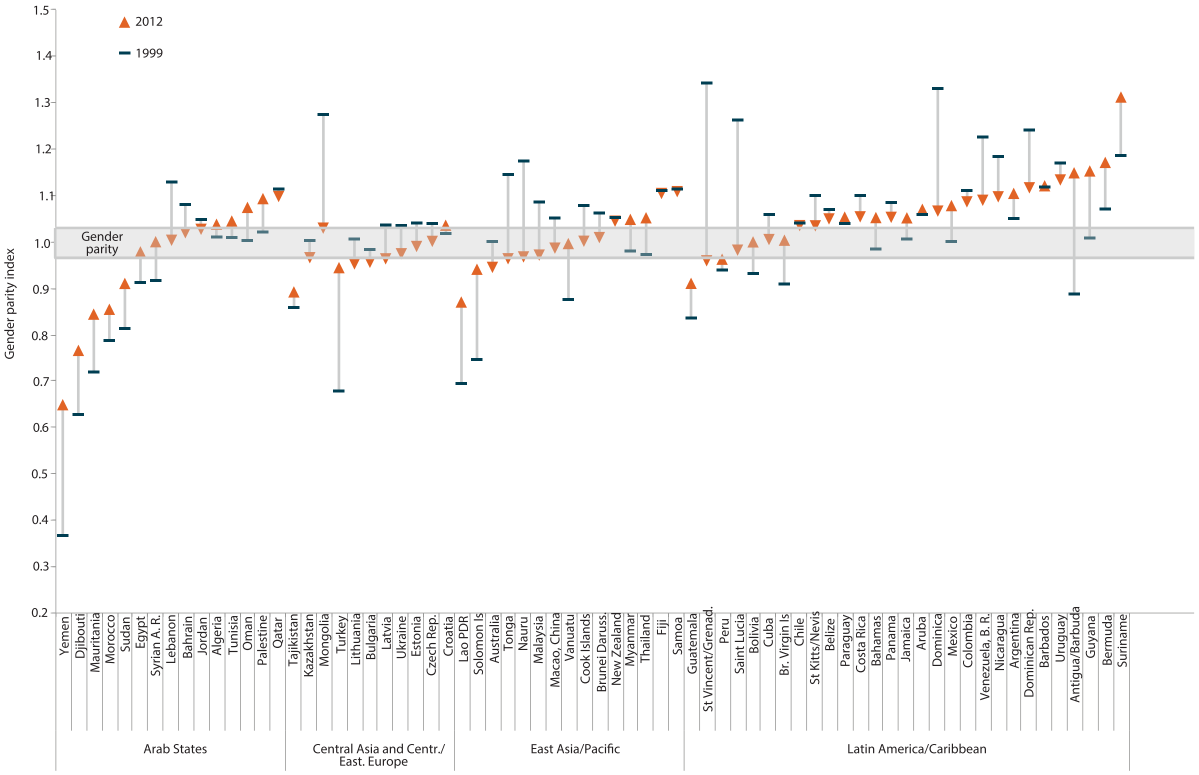

Source: UIS database

شکل 12: ابتدائی ثانوی تعلیم میں صنفی عدم برابری مسلسل بڑھ رہی ہے۔

منتخب ممالک میں پرائمری تعلیم کے حصول، ابتدائی ثانوی کی طرف منتقلی اور ثانوی تعلیم کے حصول کی شرحوں کا صنفی برابری کا انڈیکس، 2000 اور 2010

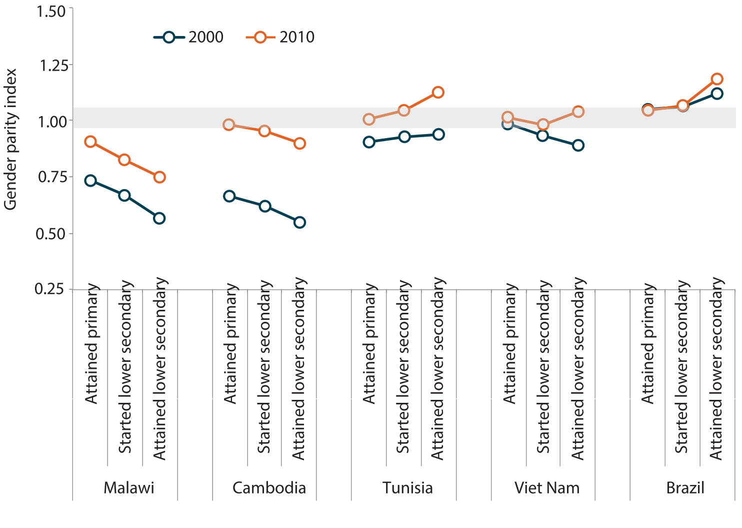

Source: EFA Global Monitoring Report team calculations (2014) using household survey data.

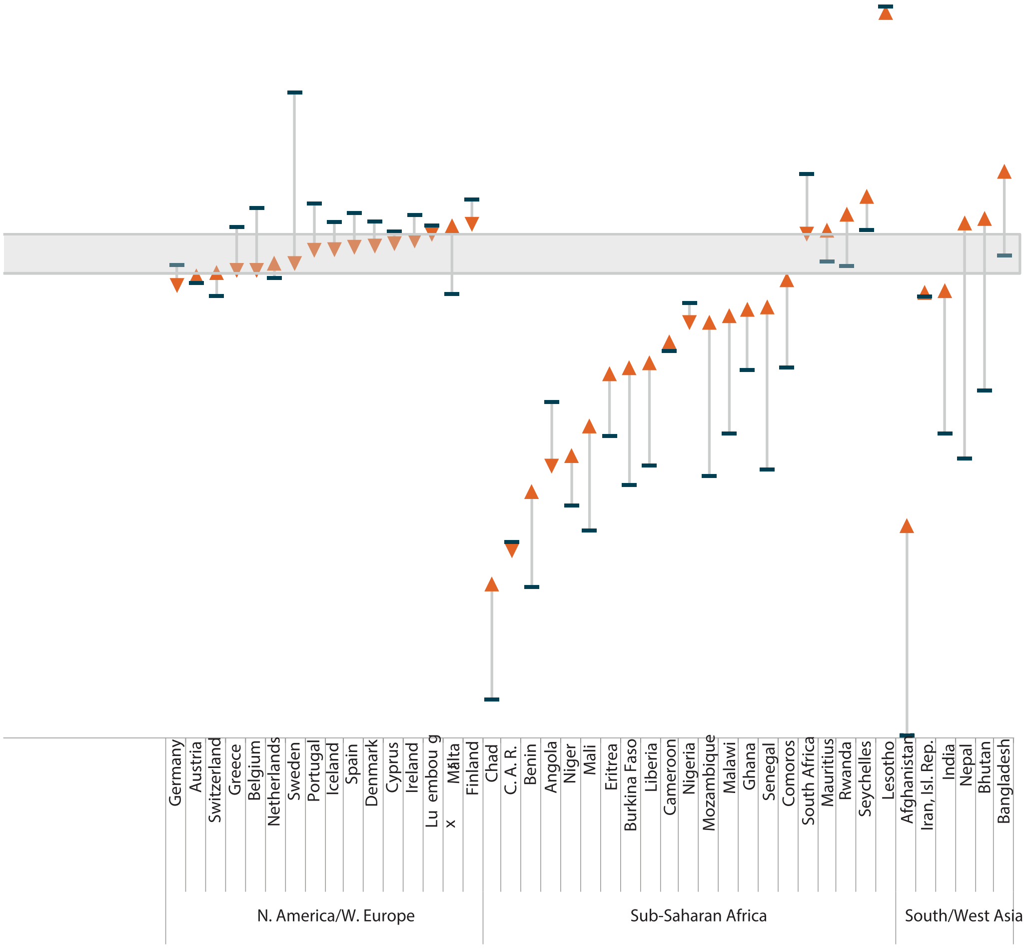

شکل 13: یونیورسٹی تعلیم میں وسیع تر عدم برابری پائی جاتی ہے۔

علاقے کے لحاظ سے یونیورسٹی تعلیم کا صنفی برابری کا انڈیکس 1990 تا 2012۔

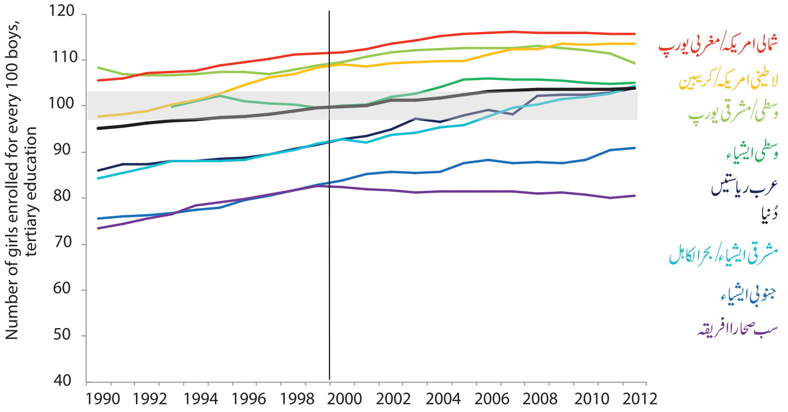

تعلیمی جائزے موضوعاتی کارکردگی میں صنفی فرق کو اجاگر کرتے ہیں

پرائمری اور ثانوی سطح پر علاقائی اور بین الاقوامی تعلیمی جائزے بشمول PISA، TIMSS، تعلیمی معیار جانچنے کے لیے جنوبی اور مشرقی افریقہ کنسورشیم (SACMEQ) اور SERLE صنف کے لحاظ سے مخصوص مضمون کی کامیابیوں میں فرق نمایاں کرتے ہیں۔ 2005ء سے 2009ء کے عرصے کے دوران مختلف علاقائی اور بین الاقوامی تعلیمی جائزوں کے سروے کے اعداد و شمار کو استعمال کرتے ہوئے GMR 2012ء میں پیش کیے گئے تجزیے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مجموعی طور پر بیشتر ممالک میں لڑکیوں نے پڑھنے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا جبکہ لڑکوں نے ریاضی کے مضمون میں اچھی کارکردگی دکھائی۔ لیکن اب یہ خلاء کم ہو رہا ہے۔ کئی ممالک میں سائنس میں لڑکیوں اور لڑکوں کی کارکردگی کے درمیان کوئی نمایاں فرق نہیں۔

پاکستان میں لڑکیوں کو اہم بنیادی مہارتیں سیکھنے کے لیے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

PISA سروے جو 15 سال کے طالب علموں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر جگہ کیے گئے سروے کے مطابق پڑھائی میں لڑکوں کی نسبت لڑکیوں نے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ (شکل 14a) مختلف علاقوں میں 2000ء اور 2012ء میں کیے گئے سروے کے تقابلی جائزے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلغاریہ، فرانس، آئس لینڈ، اسرائیل، پرتگال اور رومانیہ سمیت 11 ممالک میں پڑھنے میں صنفی خلاء بڑھ گیا ہے کیونکہ لڑکوں کی کارکردگی میں کمی آئی ہے۔

PISA کے نتائج ریاضی کے مضمون میں صنفی فرق کو ظاہر کرتے ہیں کیونکہ زیادہ تر علاقوں میں لڑکیوں کی نسبت لڑکوں نے بہتر کارکردگی دکھائی ہے۔ Montenegro، ناروے اور سلواکیہ (شکل 14b) سمیت بیشتر ممالک میں یہ خلاء کم ہو رہا ہے۔ 2012ء کے PISA کے سروے میں OECD ممالک کی لڑکیوں نے 11 پوائنٹس کی اوسط کے ساتھ لڑکوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ بیشتر علاقوں میں بہترین کارکردگی دکھانے والوں میں لڑکیوں کی تعداد کم تھی جو کہ مستقبل میں سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی کے مضامین میں برابر کی سطح پر شرکت کا ہدف حاصل کرنے کے لیے ممکنہ چیلنج ہو سکتا ہے۔

غریب علاقوں میں لڑکیوں کو تعلیم کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے

بعض غریب ممالک میں جہاں تاریخی طور پر لڑکیوں کو تعلیم کے میدان میں مساوی شرکت میں رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کو اہم بنیادی مہارتیں حاصل کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا۔ مزید تجزیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم میں صنفی عدم برابریوں کا اندازہ اس وقت صحیح نہیں ہوتا جب جائزوں میں صرف سکول جانے والے بچوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ تعلیمی رپورٹ کی سالانہ کیفیت (ASER)۔ 2014ء کے پاکستان کے دیہی علاقوں میں کیے گئے سروے میں 5 سے 16 سال کی عمر کے بچوں کی خواندگی اور ریاضی کی مہارتوں کا جائزہ لیا گیا جو سکول داخل ہوئے تھے اور جو نہیں ہوئے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ سکول جانے والے پانچویں جماعت کے بچوں میں صنفی خلاء بہت کم تھا اور یہ خلاء بعض اوقات لڑکیوں کے حق میں تھا۔ تاہم جانچے گئے 10 سے 12 سال کے تمام بچوں۔۔۔ خاص طور پر غریب اور کم ترقی یافتہ صوبوں اور علاقوں میں رہنے والے بچوں چاہے وہ سکول میں ہوں یا نہ ہوں کے مابین لڑکیوں کی کارکردگی بدترین رہی۔ بلوچستان میں پانچویں جماعت میں پڑھنے والی لڑکیوں جو اردو، سندھی یا پشتو زبان کا ایک پیرا پڑھ سکتی تھیں، کی شرح پانچویں جماعت کے لڑکوں کے تقریباً برابر تھی۔ لیکن 10 سے 12 سال کے تمام بچوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان 5 فیصد پوائنٹس کا فرق تھا۔ فاٹا میں 14 فیصد پوائنٹس کا فرق تھا جو کہ لڑکیوں کی وجہ سے تھا۔ (شکل 15)

قومی امتحانات میں لڑکیوں کو مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے

محدود تحقیق کے مطابق چند غریب ممالک میں قومی امتحانات میں لڑکیوں کو لڑکوں کی نسبت زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جس سے ان کے لیے سکول میں تعلیم جاری رکھنے کے راہ میں رکاوٹیں بڑھ جاتی ہیں۔ اگرچہ 2007ء کے SACMEQ-III کے تعلیمی جائزے میں چھٹی جماعت میں پڑھنے والی لڑکیوں نے لڑکوں کے مقابلے میں زیادہ نمبر لیے۔ کینیا اور زمبابوے کے قومی امتحانات میں پاس ہونے والی لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کے مقابلے میں خاصی کم تھی۔ پرائمری تعلیم کے اختتام پر قومی امتحانات کے باعث پاس ہونے میں ناکامی یا اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کرنے کی وجہ سے ابتدائی ثانوی تعلیم میں منتقلی کی شرح کم ہو سکتی ہے۔ کینیا اور ملاوی میں سکول چھوڑنے کی سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے امتحانات میں کارکردگی کی بنیاد پر سرکاری ثانوی سکولوں میں داخلہ ملتا ہے (Mukhopondhyay etal, 2012)۔

خواندگی میں صنفی برابری کمزور ہے

2012ء میں مجموعی طور پر 78 کروڑ بالغ افراد خواندگی کی بنیادی مہارتوں سے محروم تھے جن میں سے تقریباً 64 فیصد خواتین تھیں اور اس میں 2000ء کے بعد سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بین الاقوامی سطح پر 1990ء اور 2000ء کے درمیان بالغ افراد میں خواندگی کی شرح 24 فیصد سے کم ہو کر 18 فیصد ہو گئی۔ تاہم اس شرح میں کمی کی رفتار سست ہو گئی ہے اور تخمینوں کے مطابق 2012ء تک اس شرح میں معمولی کمی آئی اور 16 فیصد ہو گئی جبکہ اندازہ ہے کہ 2015ء تک یہ شرح 14 فیصد ہو جائے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ 2000ء کے بعد سے دنیا بھر میں خواندہ بالغ افراد کی تعداد میں صرف 23 فیصد کی کمی آئی۔ جو کہ ڈاکار میں رکھے گئے 50 فیصد کے ہدف سے بہت پیچھے ہے جبکہ مردوں اور خواتین کے درمیان فرق میں بھی کوئی کمی نہیں آئی۔

شکل **14**: اگرچہ تعلیمی صنفی خلاء کم ہو رہے ہیں لڑکے ریاضی میں لڑکیوں سے بہتر کارکردگی دکھاتے ہیں جبکہ لڑکیاں پڑھنے میں کافی حد تک لڑکوں سے بہتر کارکردگی دکھاتی ہیں۔

ریاضی اور پڑھائی کے سکور میں صنفی خلاء PISA2000/2006 اور 2009/2012۔

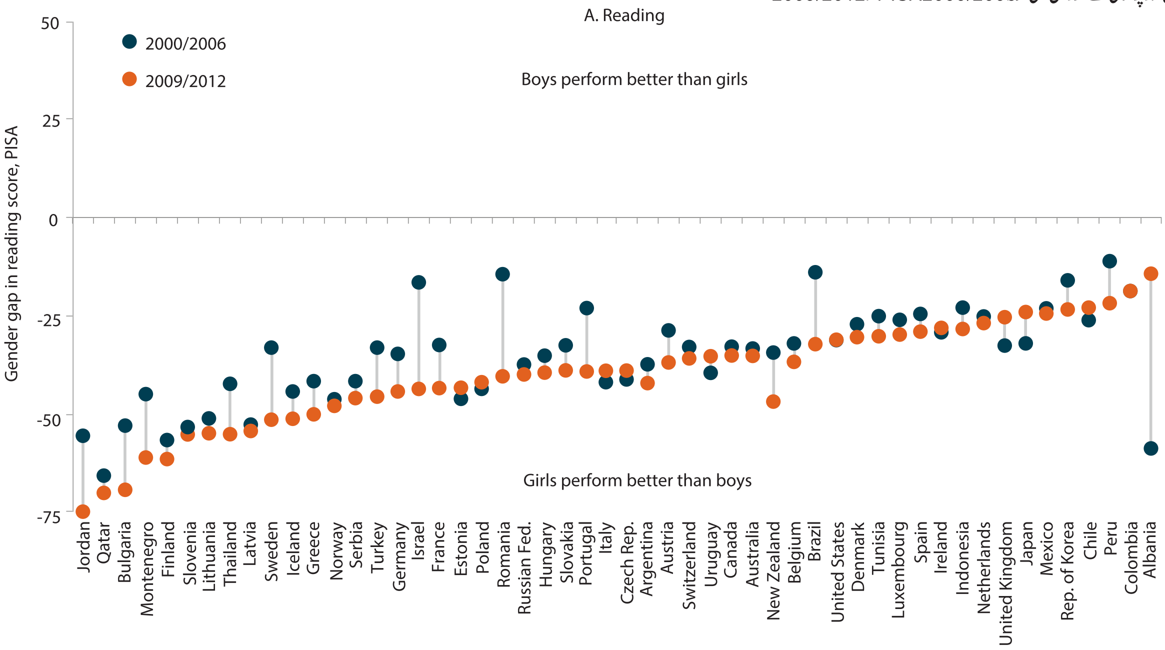

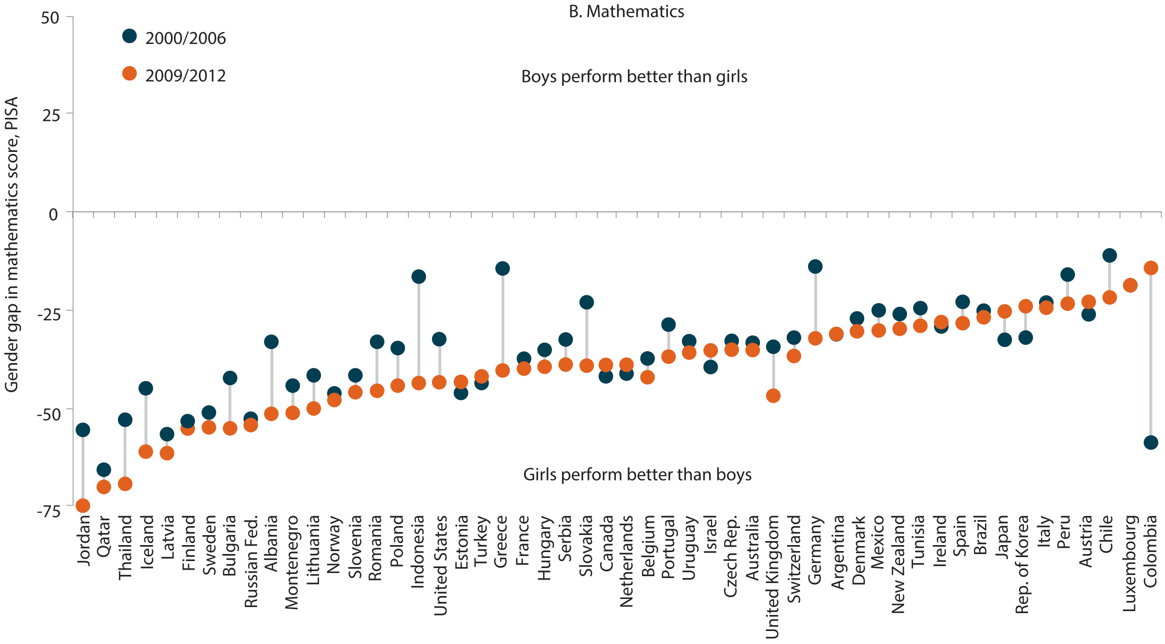

شکل 15: پاکستان میں عام طور پر لڑکیاں ریاضی اور پڑھائی میں لڑکوں سے کم کارکردگی دکھاتی ہیں۔

دو تعلیمی اشارات میں، گریڈ 5 کے طلبہ اور 10 سے 12 سال کی عمر کے بچوں میں صنفی خلاء 2014۔

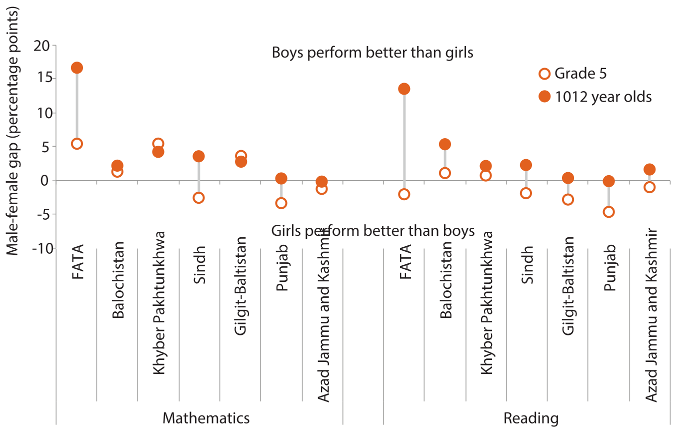

مختلف علاقوں میں پیش رفت غیر متوازی رہی ہے جہاں خواتین بہت پیچھے تھیں۔ 2000ء کی دہائی کے دوران عرب ممالک میں بہت اچھی پیش رفت دیکھنے میں آئی کیونکہ 2000ء میں بالغ خواتین کی شرح تعلیم 56 فیصد تھی اور 2010ء میں شرح بڑھ کر 69 فیصد ہوگئی جبکہ مردوں کے مقابلے میں پڑھی لکھی خواتین کا صنفی برابری کا انڈیکس 0.73 سے بڑھ کر 0.81 ہوگیا (**شکل 16**)۔ تاہم 2015ء تک اس پیش رفت کی رفتار سست ہونے کا خدشہ ہے۔ سب صحارا افریقہ ایسا خطہ تھا جہاں 2010ء میں خواتین کی خواندگی کی دوسری کم ترین شرح (صرف 50 فیصد) تھی اور 2015ء تک یہ شرح 55 فیصد ہوجائے گی۔ جنوبی اور مغربی ایشیا میں سب سے زیادہ صنفی عدم برابری تھی۔ اگرچہ یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ وہاں بالغ خواتین کی شرح تعلیم سب صحارا افریقہ سے بڑھ جائے گی۔ 2000ء میں اس علاقے میں بالغ خواتین میں شرح تعلیم 47 فیصد تھی جو کہ 2010ء میں بڑھ کر 52 فیصد ہوگئی جبکہ یہ اندازہ لگایا جارہا ہے کہ 2015ء تک یہ شرح 60 فیصد ہوجائے گی اور صنفی برابری انڈیکس 0.76 ہوجائے گی۔

نوجوانوں کی شرح خواندگی مجموعی طور پر بالغ افراد کی نسبت زیادہ ہے جو پرائمری اور ثانوی تعلیم کی سطح پر رسائی کے حوالے سے کامیابیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر 2012ء میں نوجوانوں کے شرح خواندگی 89 فیصد تھی۔ یہ تخمینہ لگایا گیا کہ 2015ء تک جنوبی اور مغربی ایشیا میں نوجوان خواتین کی شرح خواندگی 85 فیصد ہوجائے گی جبکہ مردوں میں یہ شرح 90 فیصد ہوجائے گی اور یہ 2000ء میں 66 فیصد کے مقابلے میں ایک ڈرامائی تبدیلی ہوگی اور بین الاقوامی اوسط سے صرف 5 فیصد پوائنٹس کم ہوں گے۔ عرب ممالک میں بھی صنفی خلاء میں کمی کے حوالے سے مؤثر پیش رفت دیکھنے میں آئی ہے جہاں نوجوان خواتین کی شرح تعلیم 2015ء میں 89 فیصد ہوجائے گی جبکہ مردوں میں یہ شرح 94 فیصد ہوجائے گی، سب صحارا افریقہ میں پیش رفت بہت سست رہی ہے جہاں توقع کی جارہی ہے کہ 2015ء تک صرف 69 فیصد نوجوان خواتین خواندہ ہوں گی جس کا مطلب ہے کہ 1990ء کے بعد سے صرف 11 فیصد پوائنٹس کا اضافہ ہوگا۔ (**شکل 17**)

شکل 16: خواتین کی خواندگی کی شرح مردوں کے مقابلے میں مسلسل کم ہے۔

دنیا اور منتخب علاقوں میں صنف کے لحاظ سے بالغوں کے شرح خواندگی 1990، 2000، 2010 اور 2015۔

شکل 17: سب صحارا افریقہ میں دو تہائی خواتین 2015 میں خواندہ نہیں گی۔

دنیا اور منتخب علاقوں میں صنف کے لحاظ سے نوجوانوں کی شرح خواندگی 1990، 2000، 2010 اور 2015۔

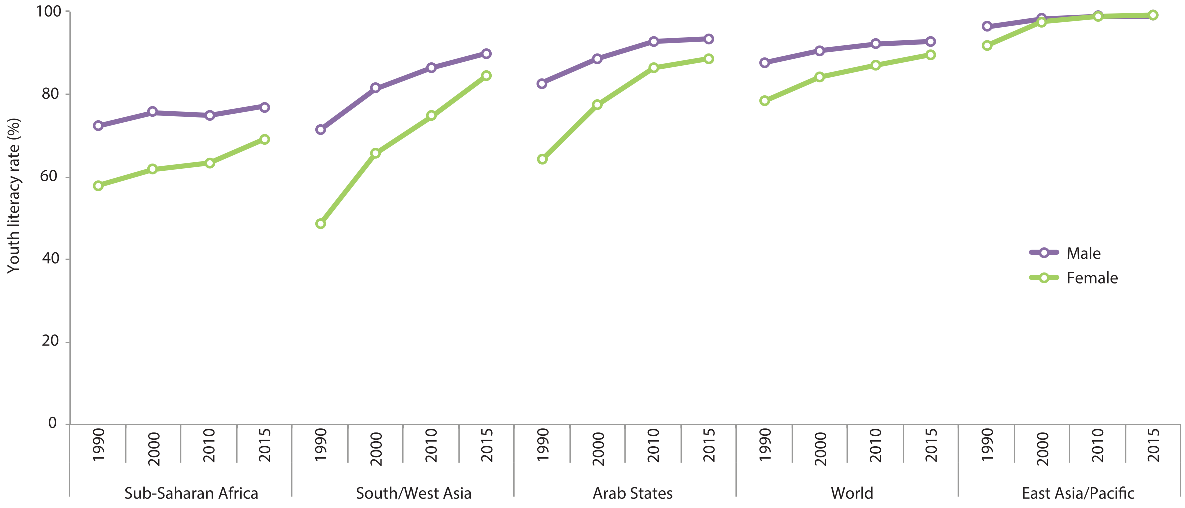

عالمی عدم مساوات

EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ ٹیم نے ایک جدید ویب سائٹ تیار کرنے کی کوشش کی جو دنیا کے مختلف ممالک میں پائے جانے والی تعلیمی تعدم مساوات کے پیمانے کو دکھائے۔ تعلیم پر عالمی عدم مساوات کا ڈیٹا بیس (WIDE) سے آبادی اور صحت کے سروے، کثیر اشاراتی کلسٹر سروے اور دیگر گھیرلو سروے کے ساتھ ساتھ سکول پر مبنی تعلیمی کامیابیوں کے سروے سے تازہ ترین ڈیٹا جمع کیا ہے۔

دنیا کے کئی ممالک میں صنفی عدم برابری مسلسل بڑھ رہی ہے۔

صنف کے لحاظ سے ابتدائی ثانوی تعلیم کی تکمیل کی شرح۔

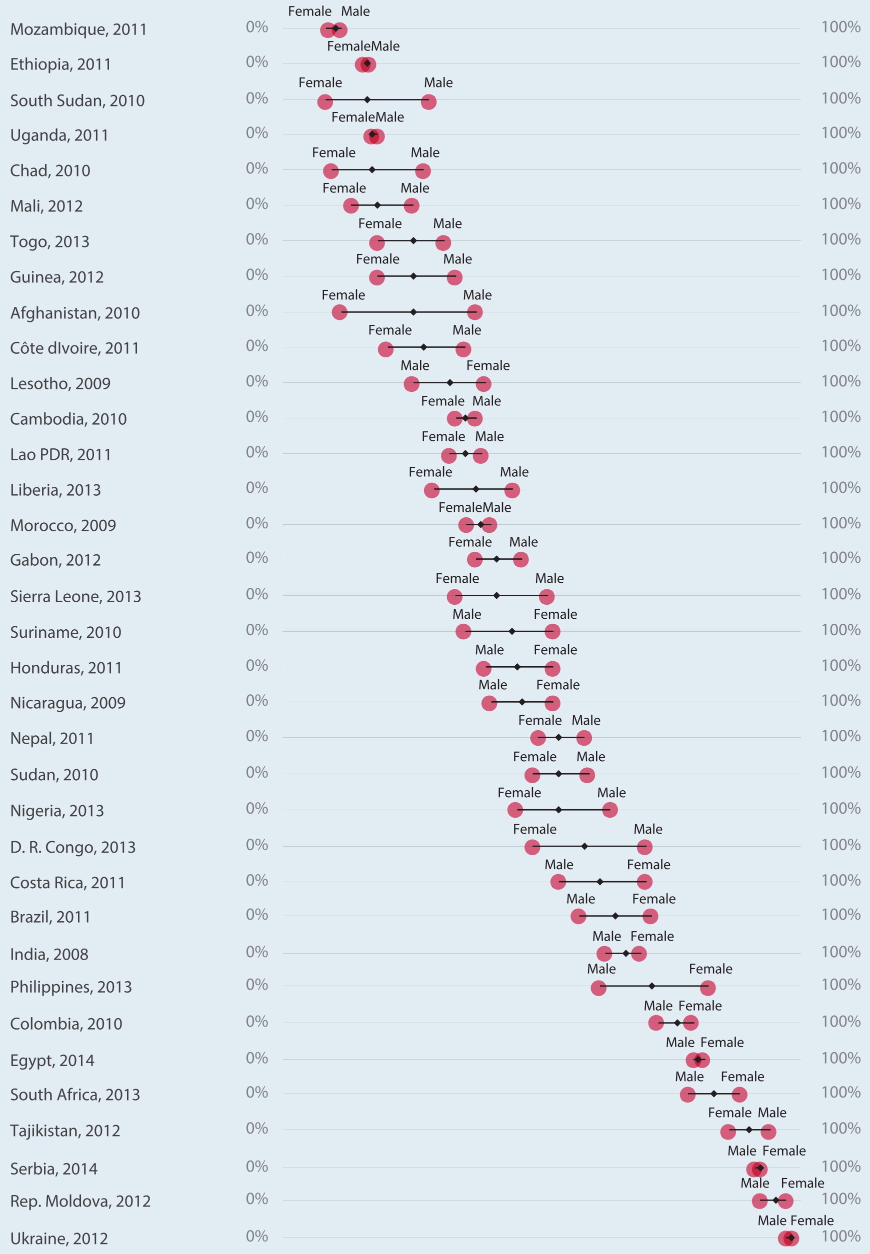

تعلیم سے متعلق ڈیٹا بیس (WIDE)

اس ویب سائٹ کے دیکھنے والے تعلیم کے مختلف اشارات اور دیگر عوامل جو عدم مساوات، دولت، صنف، نسل، مذہب اور علاقے سے وابستہ ہیں
ان کے مطابق مختلف ممالک کے طبقات رگروپس کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اس ویب سائٹ کے استعمال کنندگان مذکورہ ڈیٹا کو ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں
، اس کا پرنٹ نکال سکتے ہیں یا اس کا تبادلہ کر سکتے ہیں نیز اس ڈیٹا سے نقشے، چارٹس اور جدول تیار کر سکتے ہیں۔ یہ سائٹ مختلف چیزوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔

دولت کی عدم برابری کو صنفی عدم برابری کے ذریعے مزید تقسیم کیا جاتا ہے کہ بات واضح ہو جائے۔
علاقے، دولت اور صنف کے لحاظ سے ابتدائی ثانوی تعلیم کی تکمیل کی شرح۔

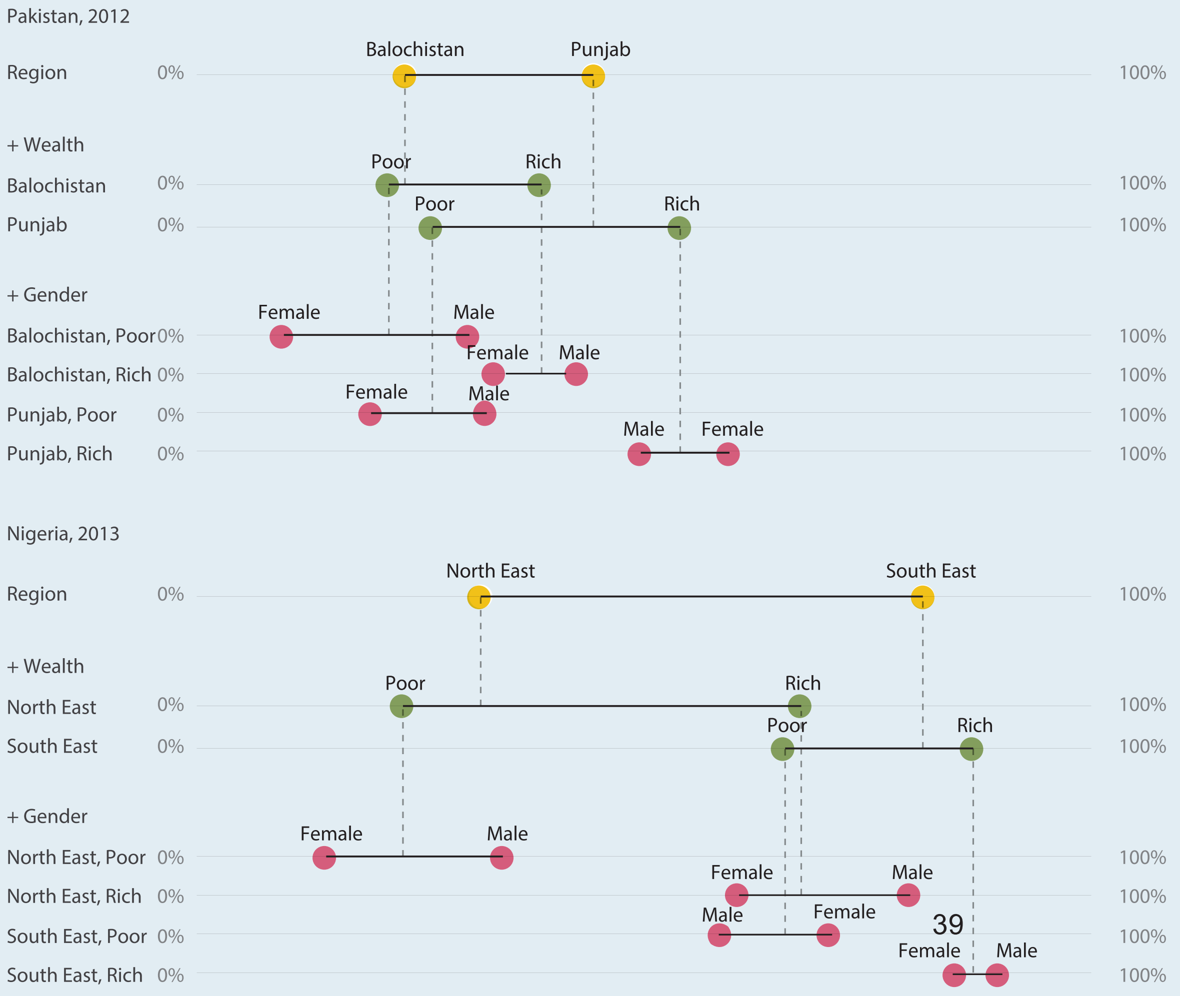

www.education-inequalities.org

2015ء کے بعد صنفی مساوات کا ہدف حاصل کرنے میں مسائل اور ان کے پالیسی حل

تعلیم میں مساوات کا ہدف حاصل کرنے میں مسلسل رکاوٹیں

کئی طرح کی رکاوٹیں اب بھی لاکھوں بچوں اور نوجوان لوگوں کو اچھی معیاری اور صنفی طور پر مساوی تعلیم تک رسائی حاصل کرنے سے روکتی ہیں۔ اس حصے میں ایسی رکاوٹوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

سماجی ادارے، رسمی اور غیر رسمی قوانین اور سماجی و ثقافتی رسوم و رواج یہ بتانے میں مدد کر سکتے ہیں کہ کچھ ممالک میں ابھی تک تعلیم میں صفی برابری اور مساوات کا ہدف کیوں حاصل نہیں ہو سکا۔ OECD کے 2012ء کے سماجی اداروں اور صنفی انڈیکس (SIGI) کی بنیاد پر کیے گیے تجزیوں سے یہ واضح ہوا کہ ایسے ممالک جہاں خواتین کے خلاف بہت زیادہ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے وہاں تعلیم سمیت ترقیاتی اعشاریوں میں ان کی کارکردگی عموماً بہت کم رہتی ہے۔ (OECD, 2012۔a)

ڈھانچہ جاتی (انتظامی) رکاوٹیں اور امتیازی سماجی رسوم و رواج لڑکیوں میں تعلیم کی خواہش کم کر دیتی ہیں۔ رسائی محدود کر دیتی ہیں اور لڑکیوں اور نوجوان خواتین کی تعلیم تک بہتر رسائی کے فوائد پر پردہ ڈال دیتی ہیں۔ ان رسوم و رواج میں جلد شادی، صنفی بنیاد پر تشدد، سکول تک سفر کرنے میں گھریلو پابندیاں، خاندانوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینا اور گھر کے کاموں میں صنفی تقسیم شامل ہیں۔ سکولوں یا غیر رسمی پروگراموں میں امتیازی صنفی رسوم و رواج تعلیم حاصل کرنے والوں کی عزت نفس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور ان کی توقعات اور کامیابیوں کو محدود کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں عدم برابریوں کو بھی تقویت دے سکتے ہیں۔ سماجی اور صنفی رسوم و رواج لڑکوں کی تعلیم پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ مخصوص کمیونٹیوں اور گروہوں کے اندر لڑکوں اور نوجوان مردوں کی تعلیم جاری رکھنے پر بھی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ جس کے باعث ان کے سکولوں چھوڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں (بکس 4)۔ غربت اور کام کرنے کی ضرورت یا خواہش سے بھی لڑکوں کے لیے سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے امکان کم ہو جاتے ہیں۔

کم عمری میں شادی اور پھر حمل ہونے سے لڑکیوں کی تعلیم محدود ہو جاتی ہے

کم عمری میں شادی اور پھر اس کے بعد حمل ہونے سے نوجوان لڑکیوں کی تعلیم تک رسائی اور تعلیم کی تکمیل محدود ہو جاتی ہے، شادی یا ماں بننے کی امید اور دوسرے ذمہ داریوں کے باعث سکول میں حاضری کم ہوتی ہے۔ یہ یکطرفہ تعلق نہیں ہے تاہم سکول داخل ہونے کے مواقع کی کمی یا ایسی وجوہات جن کی وجہ سے سکول چھوڑنا پڑے، ان کے باعث بھی کم عمری میں شادی ہو سکتی ہے جیسا کہ GMR 2013/14 کے مطابق لڑکیوں کی رسمی تعلیم میں شرکت ان کی شادیوں میں طوالت کی اہم وجہ ہوتی ہے۔ تعلیم، شادی کی عمر اور حمل کے حوالے سے فیصلے، غربت، صنفی رسوم و رواج، گھریلو ماحول اور تعلیم کے معیار سمیت مختلف وجوہات کے مجموعے کے نتیجے میں ہو سکتے ہیں۔ تنازعات اور انسانی بحران سے بھی لڑکیوں کی جلد شادی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

قانون سازی مضبوط ہو چکی ہے لیکن یہ کم عمری میں شادی کو ختم کرنے کے لیے ناکافی ہے

بین الاقوامی انسانی حقوق کا قانون کم عمری میں شادی کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ آبادی اور ترقی پر بین الاقوامی کانفرنس 1994ء کے موقع پر منظور کیے جانے والے پروگرام آف ایکشن میں ارکان نے کم عمری میں شادی کے خلاف قانون نافذ کرنے پر اتفاق کیا۔ اس کے علاوہ انسانی حقوق پر افریقی چارٹر اور خواتین کے حقوق پر افریقی پروٹوکول سمیت علاقائی معاہدوں میں حکومتوں نے کم عمری میں شادیوں کو روکنے کا وعدہ کیا۔ ڈیٹا کے مطابق 55 ممالک میں سے 23 ممالک میں 1990ء اور 2000ء کے درمیان خواتین کے لیے شادی کی قانونی عمر میں اضافہ کیا گیا۔ 2010ء تک 158 ممالک کے قانون کے مطابق والدین کی مرضی کے بغیر لڑکیوں کے لیے شادی کی قانونی عمر کے حد 18 سال رکھی گئی۔

بکس 4: صنفی تعلقات کے لیے لڑکوں کا تعلیم چھوڑنا ایک بڑا مسئلہ ہے

رسمی تعلیمی نظام دنیا بھر کے لاکھوں لڑکوں کی ضروریات کو مناسب طور پر پورا نہیں کرتے۔ بعض اوقات اسے لڑکیوں کی مجموعی عدم تناسب کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لیکن جب بہت سے ممالک میں لڑکوں کی نسبت لڑکیاں زیادہ پڑھتی ہیں تو لڑکوں کی پیش رفت کم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی ثانوی تعلیم مکمل نہیں کر پاتے۔

یہ یاد رکنا بہت ضروری ہے کہ لڑکوں کے سکول چھوڑنے کے وسیع تر خطرے سے لڑکیوں کی تعلیم کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی یہ لڑکیوں کی تعلیم کے بہتر مواقع کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مزید برآں ایسی صورت حال ان روایتی معاشروں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہے جہاں مردوں کو زیادہ اختیارات حاصل ہوتی ہیں جیسے سکول کے بورڈز یا تعلیم کے وزارتوں میں سربراہ استاد۔

بہت سے لڑکے غربت، مجبوری یا کام کرنے کی خواہش کی وجہ سے جلد سکول چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا تاخیر سے سکول میں داخل ہونے، ناقص کارکردگی اور بالآخر سکول سے عدم دلچسپی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے اضافی عوامل میں نسلی امتیاز پس ماندگی کی دیگر اقسام شامل ہیں۔

لڑکوں میں سکول میں پڑھنے کی تحریک و ترغیب کی کمی صرف کسی انسان کی پسند کا معاملہ نہیں۔ لڑکوں کی ناقص کارکردگی اور سکول چھوڑنے کو سماجی رسم و رواج اور روایتی نظریات سے منسلک کیا جاسکتا ہے جو لڑکوں پر سکول چھوڑنے کا دباؤ ڈالتے ہیں۔ OECD ممالک کی تحقیق کا لڑکوں کی تعلیم کے عدم حصول خصوصاً خواندگی کا مردوں کی سوچ سے تعلق ہوتا ہے جو علمی کامیابی اور سکول میں پڑھنے کو اہمیت نہیں دیتے۔

انسانی حقوق کے مضمرات کے علاوہ لڑکے خواہ کوئی بھی وجہ ہو، ان کی تعلیم تک مناسب رسائی نہیں ہوتی اور سکول چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کے باعث صنفی مساوات کے وسیع تر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ برازیل، چلی، کروشیا، انڈیا، میکسیکو اور روانڈا میں 2009 اور 2010 میں ہونے والے مردوں کی صنفی مساوات کے بین الاقوامی سروے (MAGES) کے نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ کم پڑھے لکھے مردوں کے خیالات صنفی امتیاز پر مبنی ہوتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں زیادہ متشدد ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ والد ہوتے ہیں تو اپنے بچوں کا خیال کم رکھتے ہیں۔ ثانوی تعلیم رکھنے والے مرد زیادہ صنفی مساوی رویے اور طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ذریعہ: Barker et al.(2011); Epstein and Morrell (2012); Hunt (2008); Jha et al. (2012); Kimmel (2010); OECD (2015).

عالمی سطح پر کم عمری میں شادی روکنے کے لیے پیش رفت سست ہوگئی ہے۔ 2012ء میں دنیا بھر کی 15 سے 19 سال کی اوسطاً 17 فیصد خواتین نے شادی کی۔ 2000-2011ء کے گھریلو سروے کے اعداد و شمار کے مطابق 41 ممالک میں 20 سے 24 سال کی 30 فیصد یا زیادہ خواتین نے شادی کی ہے۔

اگر شادی کی کم از کم عمر کے حوالے سے موجود قوانین پر عمل درآمد کیا جائے تو اس سے جنوبی اور مغربی ایشیا میں مجموعی طور پر تعلیم جاری رکھنے کے دورانیے میں 15 فیصد اضافہ ہوسکتا ہے جبکہ سب صحارا افریقہ میں یہ اضافہ 39 فیصد تک ہوسکتا ہے۔ تاہم اس وقت اس حوالے سے ثبوت ناکافی ہیں کہ قانون سازی بذات خود کم عمری میں شادی کی راہ میں مؤثر رکاوٹ ہے۔ بنگلہ دیش میں اگرچہ قانون کے مطابق شادی کی کم سے کم عمر 18 سال ہے لیکن غیر معمولی حالات میں قانون کم عمری میں بھی شادی کی اجازت دیتا ہے۔ بنگلہ دیش میں کم عمری میں شادی کی شرح 66 فیصد ہے جو دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔ انڈونیشیا میں نیشنل میرج ایکٹ 1979 کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ایکٹ کے نافذ ہونے کے بعد کم عمری میں شادی کے رجحان میں کوئی نمایاں کمی نہیں آئی۔ یمن میں 2009ء کے قانون میں شادی کی کم سے کم عمر کی حد 17 سال رکھی گئی۔ لیکن پارلیمنٹ کے فرسودہ ارکان اور مذہبی نمائندوں نے اس قانون پر اعتراض اٹھایا اور نافذ نہ ہونے دیا۔ (Almodi, 2013)

بولیویا، ایتھوپیا اور نیپال سمیت کچھ ممالک میں کم عمری میں شادی کے واقعات میں نمایاں کمی آئی ہے۔ ایتھوپیا میں جہاں تعلیم حاصل کرنے کے شرح بھی بہتر ہوئی، یہ تخمینہ لگایا جارہا ہے کہ 2005ء اور 2011ء کے درمیان کم عمری میں شادی کی شرح 20 فیصد کم ہوگئی ہے۔ ایسا قانون سازی میں تبدیلی مشاورت اور کمیونٹی کو متحرک کرنے کی مہمات کے ذریعے ممکن ہوا۔

کم عمر ماؤں کو اپنی تعلیم جاری رکھنے میں مسائل کا سامنا ہوتا ہے

کم عمری میں حمل اور بچوں کی پیدائش کا مسئلہ ترقی پذیر اور ترقی یافتہ دونوں ممالک کے لیے باعث تشویش ہے، لیکن اس کی شرح کم اور درمیانے درجے کی آمدنی والے ممالک میں زیادہ ہے۔ 2010ء میں ترقی پذیر ممالک میں 20 سے 24 سال کی 36.4 ملین خواتین ایسی تھیں جنھوں نے 18 سال کی عمر سے قبل بچہ جنا تھا اور 20 لاکھ نے 15 سال کی عمر سے قبل بچہ پیدا کیا تھا۔ (UNFPA, 2013a)

ایک اندازے کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں کم عمری میں حمل ہونے کے 90 فیصد واقعات ان لڑکیوں میں ہوئے جو شادی شدہ تھیں۔ شادی شدہ لڑکیوں میں جنسی عمل کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور احتیاطی تدابیر استعمال کرنے کے امکانات کم ہوتے ہیں جبکہ ان پر یہ دباؤ بھی ہوتا ہے کہ شادی کے بعد جلدی سے بچہ پیدا کریں۔ کم عمری میں حمل کے واقعات کم کرنے کے لیے ایسی مؤثر پالیسیاں اور پروگرام شروع کرنے کی ضرورت ہوگی جس سے شادیاں تاخیر سے ہوں۔

عالمی سطح پر غیر شادی شدہ لڑکیوں میں جلدی اور غیر ارادی حمل کا خدشہ بڑھ گیا ہے جیسا کہ سب صحارا افریقہ میں 1994ء اور 2004ء کے درمیان کم عمری میں شادی کے واقعات میں کمی آئی ہے۔ لیکن جانچے گئے 27 ممالک میں سے 19 ممالک میں 18 سال سے کم عمر میں شادی سے پہلے جنسی تعلقات بڑھ گئے۔

کیمرون اور جنوبی افریقہ سمیت سب صحارا افریقہ کے ممالک میں ثانوی سکولوں میں پڑھنے والی لڑکیوں کی سکول چھوڑنے کی اہم وجہ حمل کا ہوجانا تھا۔ لاطینی امریکی ممالک میں کم عمری میں حمل ہونے کی بلند شرح پبلک پالیسی کے لیے باعث تشویش تھی۔ چلی میں ماں بننے سے ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے امکانات 24 فیصد سے 37 فیصد تک کم ہوجاتے ہیں۔

1990 کی دہائی کے بعد سے سب صحارا افریقہ کے کئی ممالک نے بچہ پیدا ہونے کے بعد لڑکیوں کے دوبارہ داخلے کے حوالے سے نئی پالیسیاں متعارف کرائیں۔ لیکن حتیٰ کہ جہاں پالیسیاں پہلے سے موجود تھیں وہاں نتیجہ عموماً محدود تھا کیونکہ تعلیم دہندگان اور کمیونٹیاں لڑکیوں کے دوبارہ داخلے کی پالیسیوں سے واقف نہیں تھیں۔ سکولوں میں کم عمر حاملہ لڑکیوں اور ماؤں کے خلاف امتیاز بہت عام ہے۔ جنوبی افریقہ میں قانون کے مطابق سکول حاملہ لڑکیوں کو خارج نہیں کر سکتے لیکن وہاں اوسطاً 3 میں سے صرف ایک لڑکی بچہ پیدا کرنے کے بعد سکول واپس آتی ہے۔ وہ لڑکیاں جو بچہ پیدا کرنے کے بعد سکول واپس آتی ہیں ان کو اپنے اساتذہ اور ہم جماعتوں کی طرف سے منفی رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بچپن میں کام کرنے سے ان کی تعلیم متاثر ہوتی ہے

پانی بھرنے کے وقت میں ایک گھنٹے کی کمی سے پاکستان میں لڑکیوں کے داخلے کی شرح میں 18 سے 19 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔

چائلڈ لیبر (بچوں سے مشقت لینا) ''تعلیم سب کے لیے'' کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور بچوں کے کام کے صنفی پہلو توجہ طلب ہیں زیادہ تر ممالک میں بچپن اور لڑکپن میں معاوضے پر کام کرنے کا تعلق گھریلو غربت پر ہے اور غربت ممالک میں کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔ بچپن میں ملازمت کرنے سے ان کے لیے سکول جانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اگرچہ ملازمت کے ساتھ ساتھ سکول جانا نہ جانے سے بہت بہتر ہے لیکن پھر بھی اس سے بچوں کی تعلیم متاثر ہوتی ہے بچے جتنا زیادہ وقت ملازمت میں لگائیں گے اتنا ہی کم وقت سکول کو دیں گے۔ اوسط گریڈ کے حوالے سے اعداد و شمار بناتے ہیں کہ تقریباً تمام ممالک میں 13 سال کے بچے جو کام بھی کرتے ہیں اور سکول بھی جاتے، ان کے گریڈ اپنی ان ہم جماعتوں سے ہمیشہ کم ہوتے ہیں جو کام نہیں کرتے جس کی وجہ سے سکول میں دیر سے آنا یا غیر حاضری ہوسکتی ہے۔ بلا معاوضہ کام بھی ایک خطرناک رکاوٹ ہے جس سے لاکھوں بچوں کی تعلیم متاثر ہوتی ہے۔

بیشتر ممالک میں گھر کے کاموں میں لڑکوں کی نسبت لڑکیاں زیادہ وقت صرف کرتی ہیں جبکہ لڑکیوں کی نسبت لڑکوں میں یہ امکان زیادہ ہوتا ہے کہ وہ معاوضے پر محنت مزدوری کریں۔ لڑکیوں میں بھی اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ گھر کے کام کرنے کے ساتھ ساتھ سکول بھی جائیں۔ ان ممالک میں جہاں چائلڈ لیبر کی شرح بہت زیادہ ہے جیسا کہ بھارت میں لڑکوں کی نسبت لڑکیاں گھروں کے کام کرنے کے ساتھ ساتھ سکول بھی جاتی ہیں جس سے ان کی سکول میں کارکردگی متاثر ہوکر اخراج کا باعث بن سکتی ہے اور زیادہ تر ممالک میں ایسی لڑکیاں جو سکول جانے کے ساتھ گھروں کے کام بھی کرتی ہیں ان میں خاص طور پر جلدی شادی کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

گھر کے کام سکول کے کاموں میں مداخلت ڈالتے ہیں اور خصوصاً لڑکیاں گھر کے کام انجام دینے میں لڑکوں کی نسبت زیادہ وقت خرچ کرتی ہیں۔ ایشیا، سب صحارا افریقہ، لاطینی امریکہ اور کیریبین کے 13 ممالک میں گھریلو سروے کے اعداد و شمار کے تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تمام ممالک میں لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کو گھروں کے کام سونپے جانے کا امکان زیادہ تھا۔ غریب ممالک جیسا کہ گھانا، کینیا اور ملاوی میں سکول جانے والی لڑکیاں ایندھن اور پانی لانے میں زیادہ تر وقت ضائع کردیتی تھیں۔ پانی اکٹھا کرنے کے لیے صرف شدہ وقت میں ایک گھنٹہ کی کمی سے یمن میں لڑکیوں کی سکول میں داخلے کی شرح 9-8 فیصد بڑھ گئی جبکہ پاکستان میں یہ شرح 19-18 فیصد بڑھ گئی۔ HIV/AIDS سے بری طرح متاثر ممالک میں اس بات کا امکان زیادہ ہوتا ہے کہ وہ بیمار رشتہ داروں کی نگہداشت کریں جس سے ان کی سکول اور تعلیمی پروگراموں میں شرکت متاثر ہوتی ہے، لیکن عمومی طور پر بچوں کو گھر کے کاموں میں مشغول رکھنا سماجی طور پر قابل قبول سمجھا جاتا ہے جس کی وجہ سے پالیسی ساز بھی اس مسئلے پر توجہ نہیں دیتے۔

بہت سے لڑکوں کی خواہش یا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ملازمت کر کے پیسے کمائیں جس کی وجہ سے وہ سکول جلد چھوڑ جاتے ہیں۔ جنوبی افریقی ممالک بشمول بوٹسوانا (Botswana)، لسوتھو (Lesotho) اور نمیبیا (Namibia) میں لڑکوں کو مویشی چرانے کی خاطر سکول سے نکال لیا جاتا ہے۔ منگولیا میں تاریخی طور پر مویشی چرانے والے گھرانوں کے لڑکوں کے سکول چھوڑنے کی شرح بہت بلند رہی ہے اور یہ طبقہ تعلیمی سطح پر دیہی گروپ میں سب سے زیادہ پسماندہ رہا ہے۔ برازیل اور جمیکا میں شہروں میں رہنے والے کم آمدنی کے گھرانوں کے لڑکے عموماً یہ سوچ کر سکول چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق تعلیم سے مستقبل میں ملازمت کی کوئی ضمانت نہیں ملتی جبکہ مزدوری، یا دوسری نیم پیشہ ورانہ ملازمتوں کے لیے ثانوی تعلیم مکمل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ غریب خاندان بھی اپنی مالی مشکلات کے باعث لڑکوں کو سکول سے نکال دیتے ہیں۔ برازیل میں غریب خاندانوں میں ان کی آمدنی میں اچانک کمی آنے کے بعد لڑکوں کو سکول سے نکالنے کے امکانات دوسرے خاندانوں کی نسبت 46 فیصد زیادہ تھے۔

سکول سے متعلق صنفی تشدد پر قابو پانا چاہیے

ڈاکار لائحہ عمل نے صنفی تعصب اور امتیاز ختم کرنے کے حوالے سے جامع کوشش کرنے کے لیے حکومتوں پر زور دیا ہے۔ اس نے شراکت داروں کو طالب علموں کی ذاتی سیکورٹی یقینی بنانے کی ہدایت دی اور واضح کیا کہ لڑکیاں خاص طور پر سکول میں اور سکول سے گھر آنے اور جانے کے راستوں پر ہراساں کیے جانے کے خطرات کا شکار ہوتی ہیں۔

سکول سے متعلقہ صنفی تشدد صنفی امتیاز کی ایک بدترین مثال ہے۔ جس سے تعلیم میں صنفی مساوات کے لیے کی گئی کوششیں بری طرح متاثر ہوسکتی ہیں۔ سکول سے متعلقہ صنفی تشدد کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ سکولوں یا تعلیمی اداروں کی اندر یا ارد گرد صنفی رسوم و رواج طاقت کی غیر مساوی تقسیم کے نتیجے میں واقع ہونے والے جنسی، نفسیاتی یا جسمانی تشدد کے واقعات یا دھمکیاں۔ ان میں واضح دھمکیاں یا جسمانی تشدد کے واقعات، زبردستی اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا، زبانی یا جنسی طور پر ہراساں کرنا، جنسی حملہ یا اجتماعی زیادتی شامل ہیں۔ دوسرے ایسے اقدامات سکول کے روزمرہ کے کاموں سے پیدا ہوتے ہیں جس سے صنفی عدم مساوات بڑھ جاتی ہے اور پرتشدد اور غیر محفوظ ماحول کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

سکول سے متعلق صنفی تشدد کا شکار لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوسکتی ہیں۔ لیکن دونوں کے ساتھ ہونے والے تشدد میں فرق کیا ہے اس حوالے سے مکمل طور پر واضح تو نہیں لیکن بعض واقعات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ لڑکیاں مرد طالب علموں اور اساتذہ کی طرف سے مختلف سطح کے جنسی تشدد، ہراساں اور استحصال کے خطرات کا شکار رہتی ہیں جبکہ لڑکے مسلسل اور شدید جسمانی تشدد کا شکار ہوسکتے ہیں اور لڑکیاں زبانی اور نفسیاتی قسم کے تشدد کا استعمال کرسکتی ہیں۔ حتیٰ کہ لڑکیاں بھی پرتشدد واقعات کا ارتکاب کرسکتی ہیں اور لڑکوں کو بھی جنسی طور پر ہراساں ہونے کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ طاقت کے استعمال اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے مائل کرنے کی کوشش جیسے اقدامات بھی باعث تشویش ہیں۔

سکول سے متعلق صنفی تشدد لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے مختصر اور طویل المدت صحت اور سماجی معاملات پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔ جسمانی اور نفسیاتی صدموں کے علاوہ غیر محفوظ اور پرتشدد سکول کے تجربے کے باعث لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم مکمل کرنے کے حوالے سے صنفی اثر پڑسکتا ہے۔ TIMSS 2011 ڈیٹا کا تجزیہ یہ واضح کرتا ہے کہ بیشتر ممالک میں آٹھویں جماعت کے ان طالب علموں نے ریاضی کے مضمون میں کم نمبر حاصل کیے جن کو ہراساں کیا گیا۔ اردن، عمان، فلسطین اور رومانیہ میں آٹھویں جماعت کے ان طالب علموں میں ریاضی کے مضمون میں لیول 1 تک پہنچنے کے امکانات انتہائی کم تھے جن کو ہراساں کیا گیا۔ چلی، گھانا اور ایران میں ہراساں کی گئی لڑکیوں نے اوسطاً بدترین کارکردگی دکھائی۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ صنف کی بنیاد پر تشدد لڑکیوں کے لیے خراب کارکردگی یا سکول چھوڑنے کا باعث بنتا ہے۔ اجتماعی زیادتی یا جنسی تشدد کے باعث کم عمری میں اور غیر ارادی حمل ہوسکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں لڑکیوں کی تعلیم رک جانے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

2000ء کے بعد سے وسیع پیمانے پر ہونے والے صنفی تشدد پر تحقیق کے لیے ایک ادارہ ابھرا ہے جو سب صحارا افریقہ میں ہے۔ شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی عمر کے لڑکے اپنی مخالف صنف کی طالبات کو ہراساں کرنے کے لیے اپنی پوزیشن کا سہارا لیتے ہیں۔ کیمرون میں سکول جانے والی لڑکیوں پر ہونے والے 30 فیصد صنفی تشدد مرد طلباء کی طرف سے ہوتا ہے۔ ملاوی میں سروے کیے گئے 20 فیصد اساتذہ ان ہم پیشہ افراد کو جانتے تھے جو طالبات کے ساتھ زبردستی جنسی فعل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ Sierra Leone میں مرد اساتذہ نے رپورٹ کیے گئے کیسز میں سے ایک تہائی لڑکیوں کو رقم، اشیاء یا اچھے نمبر دینے کے بدلے میں جنسی فعل کرنے کے لیے قائل کیا یا زبردستی کی۔

لاطینی امریکہ اور کیریبین میں سکولوں میں اجتماعی تشدد کے اثرات سمیت جسمانی تشدد پر تحقیقات کی گئیں۔ برازیل میں ایسے لڑکے اور نوجوان مرد جن کے آس پاس غریب لوگ رہتے ہیں ان میں بطور مجرم اور تشدد کا شکار ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ فیملی اور کمیونٹی میں خصوصاً خواتین کے خلاف تشدد کے حوالے سے وسیع سماجی برداشت اساتذہ اور طلباء کی طرف سے لڑکیوں کے خلاف جنسی تشدد کے لیے سماجی جواز فراہم کرتا ہے۔ ایکواڈور(Eccador) میں جنسی تشدد کی شکار نوجوان لڑکیوں کے حوالے سے کی گئی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ 37 فیصد مجرم اساتذہ تھے۔

ایشیائی ممالک میں سکول سے متعلق صنف کی بنیاد پر تشدد پر تحقیق میں رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ہراساں کرنے کے واقعات عموماً رپورٹ نہیں ہوتے۔ تاہم پھر بھی جنوبی اور مغربی ایشیا میں چھوٹے پیمانے پر کی گئی تحقیقات لڑکیوں کی طرف اساتذہ کی جنسی رویے رپورٹ کرتی ہیں۔ ایشیا کے 5 ممالک میں حال ہی میں کی گئی ایک تحقیق کے نتائج لڑکوں اور لڑکیوں کے خلاف جنسی تشدد کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ویت نام میں 12 سے 17 سال کی عمر کے 17 فیصد لڑکوں 21 فیصد لڑکیوں کو سکول میں جنسی تشدد کا سامنا ہوا۔

جسمانی تشدد (بشمول سزاؤں کے) بھی صنفی پہلو ہیں۔ بعض ممالک میں لڑکوں کو سخت جان اور غیر تربیت یافتہ تصور کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو جسمانی سزائیں ملنے کے زیادہ امکان ہوتے ہیں جبکہ لڑکیوں کو نفسیاتی اور زبانی سزا دی جاتی ہے۔ بھارت کے صوبہ اندھر پردیش جہاں جسمانی سزا پر پابندی ہے میں کی گئی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق گزشتہ ہفتے کے دوران 14 اور 15 سال کی عمر کے 41 فیصد لڑکوں اور 27 فیصد لڑکیوں پر جسمانی تشدد کیا گیا۔ انڈونیشیا میں 12 سے 17 سال کی عمر کی 9 فیصد لڑکیوں کے مقابلے میں 27 فیصد لڑکوں کو گزشتہ 6 ماہ کے دوران کسی استاد کی طرف سے جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

تنازعات سے متاثرہ ممالک میں بچے خاص طور پر صنفی تشدد کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ وسیع پیمانے پر ہونے والے جنسی تشدد کے بلاواسطہ یا بالواسطہ اثرات تنازعات ختم ہونے کے کافی عرصے بعد تک بھی جاری رہ سکتے ہیں (بکس-5)۔ بچوں میں سکول سے تعلق رکھنے والے صنفی تشدد کا شکار ہونے کے خطرات اس وقت بڑھ جاتے ہیں جب ان کے اندر کوئی معذوری ہو یا وہ کسی مجروح طبقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ تھائی لینڈ میں 56 فیصد ہم جنس پرستوں کو پچھلے 6 ماہ کے دوران ہراساں کیا گیا۔ غربت صنفی عدم مساوات اور معذوری کے باعث خاص طور پر خطرات کا شکار ہوتی ہیں۔ یوگنڈا میں 11 سے 14 سال 3706 پرائمری سکول کے بچوں پر کیئے گئے ایک سروے سے یہ نتیجہ نکلا کہ رپورٹ کی گئی معذور لڑکیوں میں سے 24 فیصد پر سکول میں جنسی تشدد کیا گیا جبکہ اس کے مقابلے میں 12 فیصد غیر معذور لڑکیوں پر جنسی تشدد کیا گیا۔

کے بارے میں لڑکیوں اور لڑکوں نے سماجی رویوں کے بارے میں بتایا کہ تقریباً 50 فیصد لڑکے اور 30 فیصد لڑکیاں جنسی زیادتی اور تشدد کو تعلقات کا ایک عمومی حصہ سمجھتے ہیں۔ لائیبریا میں استثناء کا کلچر موجود ہے اور طلبہ کی ایک تہائی تعداد جو صنف پر مبنی تشدد کا نشانہ بنتی ہے، وہ ایسے واقعات کی

بکس 5: لائیبریا کے تصادم کی وجہ سے صنف پر مبنی تشدد واقعات لائیبریا میں ہونے والے 14 سالہ طویل خانہ جنگی نے پر تشدد جرائم اور صنف پر مبنی تشدد کے واقعات میں انتہائی اضافہ کر دیا ہے۔

2012ء کی ایک تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح سکول میں صنف پر مبنی تشدد نے لڑکوں اور لڑکیوں کو متاثر کیا۔ 20 فیصد سے زائد طلبہ کو اساتذہ اور سکول کے عملے نے زیادتی کا نشانہ بنایا اور 18 فیصد لڑکیوں اور 13 فیصد لڑکوں کو ان کے اساتذہ نے اچھے گریڈ دینے کے بدلے جنسی عمل کے لیے کہا۔ صنف پر مبنی تشدد کے بارے میں لڑکیوں اور لڑکوں نے سماجی رویوں کے بارے میں بتایا کہ تقریباً 50 فیصد لڑکے اور 30 فیصد لڑکیاں جنسی زیادتی اور تشدد کو تعلقات کا ایک عمومی حصہ سمجھتے ہیں۔ لائیبریا میں استثناء کا کلچر موجود ہے اور طلبہ کی ایک تہائی تعداد جو صنف پر مبنی تشدد کا نشانہ بنتی ہے، وہ ایسے واقعات کی رپورٹنگ کرتی ہے۔

ذریعہ: IBIS et al. (2014); Postmus et al. (2014)

سکول سے تعلق رکھنے والے صنفی تشدد محض غریب ممالک تک محدود نہیں۔ امریکہ میں ثانوی سکول کے 2000 طالب علموں پر کیے گئے سروے کے مطابق 80 فیصد سے زائد طالب علموں کو سکول میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کا سامنا کرنا پڑا۔ نیدرلینڈ میں کی گئی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق 27 فیصد طالب علموں کو سکول کے عملے کی طرف سے جنسی طور پر ہراساں کیا گیا۔ جاپان اور نیوزی لینڈ جیسے ممالک میں جدید ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے استحصال سے انٹرنیٹ کے ذریعے ہراساں کیے جانے سمیت صنفی تشدد کی نئی شکلیں سامنے آ رہی ہیں۔

رپورٹنگ کرتی ہے۔

ذریعہ: IBIS et al. (2014); Postmus et al.(2014)

سکول سے تعلق رکھنے والے صنفی تشدد محض غریب ممالک تک محدود نہیں۔ امریکہ میں ثانوی سکول کے 2000 طالب علموں پر کیے گئے سروے کے مطابق 80 فیصد سے زائد طالب علموں کو سکول میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کا سامنا کرنا پڑا۔ نیدرلینڈ میں کی گئی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق 27 فیصد طالب علموں کو سکول کے عملے کی طرف سے جنسی طور پر ہراساں کیا گیا۔ جاپان اور نیوزی لینڈ جیسے ممالک میں جدید ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے استحصال سے انٹرنیٹ کے ذریعے ہراساں کیے جانے سمیت صنفی تشدد کی نئی شکلیں سامنے آ رہی ہیں۔

تعلیم میں صنفی برابری اور مساوات کے ہدف کا حصول: اہم حکمت عملیاں اور پالیسیاں

2000ء میں ڈاکار میں EFA کے اہداف حاصل کرنے کے لیے ایک مربوط سوچ پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا اور ڈاکار لائحہ عمل میں اہم حکمت عملیاں پیش کی گئیں (بکس-5)۔ 2000ء کے بعد سے تعلیم میں صنفی مسائل پر عالمی، علاقائی اور قومی مصروفیات بڑھ گئی ہیں جن میں قانون سازی اور پالیسی میں اصلاحات لانا، صنفی مسائل کو مرکزی دھارے میں لانا اور سول سوسائٹی اور کمیونٹی کی اس حوالے سے بڑھتی ہوئی مصروفیات شامل ہیں۔

کئی ممالک کی پالیسیوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔تعلیم کے حق کی حمایت میں کیے گئے اقدامات کے حوالے سے یونیسکو کے حالیہ جائزے میں 59 رکن ریاستوں میں سے 40 ریاستوں نے واضح طور پر لڑکیوں اور خواتین کی تعلیم کے حق کی ضمانت دی ہے نیز قومی آئین، قانون سازی یا مخصوص پالیسیوں میں صنف پر مبنی تعصب کو ممنوع قرار دیا ہے۔(یونیسکو اور UN خواتین، 2014)

مذکورہ پالیسی کے عزم وعہد کے ذریعے تعلیم میں زیادہ صنفی مساوات کی جانب پیش رفت کی حمایت کی گئی ہے جن کا مقصد ان رکاوٹوں کو دُور کرنا ہے جو بہتر معیاری تعلیم تک لڑکے اور لڑکیوں کی رسائی اور حصول میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ یہ سیکشن اُن کوششوں کا جائزہ لیتا ہے جو صنفی مساوات حاصل کرنے کے لیے ڈاکار کے بعد بین الاقوامی، قومی اور مقامی سطح پر مختلف اسٹیک ہولڈرز کی جانب سے کی گئی ہیں۔

صنفی برابری کے لیے بین الاقوامی رابطہ کاری اور مہمیں

عالمی سطح پر ڈاکار فریم ورک نے EFA کے لیے کیے گئے سیاسی عزم وعہد کو مضبوط بنانے، خیالات کے تبادلے، شواہد اور مہارتوں کو فروغ دینے، قومی پالیسی اور دیگر اُمور پر اثر انداز ہونے اور اسے مضبوط بنانے، مالی وسائل متحرک کرنے اور پیش رفت کے خود مختار جائزے اور رپورٹنگ فراہم کرنے کے لیے رابطہ کاری کے اداروں، اقدامات اور مہموں کا تقاضا کیا ہے۔(دیکھیں 2015 GMR)۔ یہ رپورٹ عالمی اقدامات اور قومی طریقۂ کار کے درمیان باہمی عمل کی کئی مثالیں پیش کرتی ہے جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ عالمی سطح پر EFA کے شراکت داروں کی جانب سے کیے گئے اقدامات نے صنفی مسائل کو EFA کے ایجنڈے میں سرفہرست رکھنے میں مدد دی ہے تاکہ تعلیم میں صنفی مساوات کی پیش رفت کے لیے خدمات سرانجام دی جائیں۔

اقوام متحدہ کا لڑکیوں کی تعلیم کا اقدام (UNGEI) جو 2000ء میں ڈاکار میں قائم شدہ ملٹی اسٹیک ہولڈرز شراکت داری پر مشتمل ہے، صنفی مساوات اور EFA سے منسلک ایک واضح عالمی اقدام ہے۔اس کی سرگرمیوں میں لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت کی آگاہی کو فروغ دینے اور پالیسیوں اور تعلیمی شعبے کے منصوبوں پر اثر انداز ہونے کے لیے ایڈووکیسی، بہتر طریقہ کار کی نشاندہی اور تشہیر اور عالمی، علاقائی اور ملکی سطح پر شراکت داری کے طریقۂ کار کی ادارہ جاتی ترقی شامل ہے۔اقوام متحدہ کے لڑکیوں کی تعلیم کے اقدام (UNGEI) کی جانچ پڑتال کو 2011ء میں عالمی سطح پر پالیسی، مکالمے اور ایڈووکیسی اور ملکی سطح پر قومی شراکت داری میں اس کی شمولیت کے لیے اس کی نمایاں خدمات کو تسلیم کیا گیا ہے۔اقوام متحدہ کے لڑکیوں کی تعلیم کے اقدام (UNGEI) نے ملکی سطح کے اقدامات میں عالمی طور پر متفقہ ترجیحات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تعلیم کی عالمی شراکت (GPE، جو اس سے پہلے فاسٹ ٹریک اقدام کے نام سے جانی جاتی تھی) کے ساتھ مضبوط روابط قائم کیے ہیں۔تعلیم کی عالمی شراکت داری نے اپنے پانچ مقاصد میں سے ایک مقصد کے طور پر لڑکیوں کی تعلیم میں معاونت کی ہے۔

تعلیم میں صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لیے دیگر اہم بین الاقوامی اقدامات میں 2006ء میں شروع کی گئی پلان انٹرنیشنل کی مہم ''کیونکہ میں ایک لڑکی ہوں''، 2012ء میں بین الاقوامی ترقی

س 6: تعلیم میں صنفی برابری حاصل کرنے کے لیے ڈاکار کی حکمت عملیاں

تعلیم میں صنفی برابری جو رویوں، اقدار اور اُمور میں تبدیلی کی ضرورت تسلیم کرتی ہے، اس کے لیے مربوط حکمت عملیوں پر عمل درآمد کی کوشش کے حصے کے طور پر ڈاکار لائحہ عمل میں مندرجہ ذیل کا تقاضا کیا گیا ہے:۔

☆ EFA کے مطالبہ ہے کہ صنفی برابری کو اعلیٰ سطح کے عزم وعہد اور ترجیحات میں شامل کیا جائے۔سکولز، دیگر تعلیمی ماحول اور تعلیمی نظام عموماً وسیع سوسائٹی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔صنفی برابری کی حمایت میں کی گئی کوششوں میں سماجی رویوں اور امور، معاشی حیثیت اور ثقافت کے نتیجے میں امتیاز کا ازالہ کرنے کے لیے مخصوص اقدامات شامل ہونے چاہئیں۔

☆ پورے تعلیمی نظام میں رویوں اور طرز عمل کی تشکیل کے لیے عزم وعہد ہونا چاہیے۔جس میں صنفی آگاہی اور تجزیہ شامل ہو۔تعلیمی نظام کا کام واضح طور پر صنفی تعصب ختم کرنا ہونا چاہیے۔اس میں اس امر کو یقینی بنانا شامل ہے کہ پالیسیاں اور ان کا عمل درآمد لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم کے لیے معاون ہو۔تدریس اور نگرانی کے ادارے صاف وشفاف ہونے چاہئیں اور قوانین اور قواعد و ضوابط بشمول ترقی اور انضباطی اقدامات کا اثر لڑکیوں، لڑکوں اور خواتین اور مردوں پر مساوی ہونا چاہیے۔ایسی صورتوں میں لڑکوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے جہاں وہ محرومی کا شکار ہوں۔

☆ تعلیمی ماحول میں، تعلیم کے مندرجات، طریقۂ کار اور متن صنفی تعصب سے آزاد ہونے چاہئیں اور انھیں مساوات اور عزت واحترام کی حوصلہ افزائی اور حمایت کرنی چاہیے۔اس میں اساتذہ کا طرز عمل اور رویے، نصاب اور درسی کتب اور طلباء کا باہمی تعامل شامل ہے۔ذاتی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کوششیں کی جانی چاہیے، کیونکہ لڑکیوں کو سکول آنے اور جانے اور سکول میں زیادتی اور ہراسانی کا شکار بنایا جاتا ہے۔

کے لیے UK ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے لڑکیوں کے تعلیمی مسائل کے لیے فنڈز کی فراہمی اور خواتین اور لڑکیوں کی تعلیم اور قائدانہ مواقع کو بہتر بنانے کے لیے ستمبر 2014ء میں شروع کیا گیا گلوبل کلنٹن اقدام CHANGE شامل ہے۔

تعلیم کے ان خصوصی اقدامات کے علاوہ حالیہ اعلیٰ معیاری بین الاقوامی مہمات نے صنفی مساوات کے مسائل پر زیادہ توجہ دی ہے۔اس میں 2012ء میں برطانوی حکومت کی جانب سے شروع کیا گیا جنسی تشدد کی روک تھام کا اقدام اور 2014ء میں شروع کی گئی اقوام متحدہ کی HeforShe مہم شامل ہیں تاکہ صنفی مساوات حاصل کرنے میں مردوں اور لڑکوں کو سرگرم انداز میں مشغول کرتے ہوئے خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد اور امتیاز کی تمام اقسام کا خاتمہ کرنے میں مدد کی جائے۔ایسی مہمات نے معاشرتی صنفی رسم رواج اور امتیازی رویوں کے ازالے کے لیے کام کرتے ہوئے تعلیم میں صنفی مساوات کو بہتر بنانے کے لیے نمایاں معاونت فراہم کی ہے جس سے لڑکیوں اور لڑکوں کے تعلیمی تجربات پر مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

صنف کومرکزی دھارے میں لانا، ایک بنیادی حکمت عملی ہے

تعلیم میں صنفی برابری اور مساوات سے نمٹنا حکومتوں اور دیگر اسٹیک ہولڈرز سے اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ پالیسی اور منصوبہ بندی کے تمام پہلوؤں میں صنفی مسائل شامل کیے جائیں۔ صنف کومرکزی دھارے میں لانا، ایک بنیادی پالیسی لائحہ عمل ہے۔ ڈاکار لائحہ عمل میں پورے تعلیمی نظام میں صنف کومرکزی دھارے میں لانے کے لیے حکومتی عزم وعہد کا مطالبہ کیا گیا اور اس حقیقت کا بھی اعتراف کیا گیا کہ تعلیم میں صنفی مساوات حاصل کرنے کی کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی جب تک سماجی ادارے، رسم ورواج اور امور امتیازی رہیں گے۔ قانونی تبدیلی بذاتِ خود کافی نہیں ہے۔ صنف کومرکزی دھارے میں لانے کا مقصد صنفی مساوات کومرکزی حیثیت دینا ہے جو مجموعی طور پر اداروں اور معاشرے کی بنیادوں اور طریقۂ کار میں موجود ہے۔ تمام تعلیمی پالیسیوں اور پروگراموں کے ڈیزائن، عمل درآمد، جائزہ اور جانچ پڑتال میں صنفی مساوات کا تناظر ایک نظام کے تحت شامل ہونا چاہیے(یونیسکو 2 0 1 3، اقوام متحدہ1977)۔

جامع پالیسی کے لائحہ عمل نے لڑکیوں کی تعلیم کی پیش رفت میں معاونت کی ہے

ڈاکار سے قبل بیجنگ پلیٹ فارم برائے اقدام نے صنفی مساوات کے لیے کئے گئے عزم وعہد پورے کرنے کے سلسلے میں صنف کومرکزی دھارے میں لانے کی توثیق ایک اہم طریقۂ کار کے طور پر کی جس کا بنیادی مقصد وزارتوں کی پالیسی، پروگرامنگ اور بجٹ سازی میں صنفی تناظر کوشامل کرنا تھا۔(UN خواتین 2002ء اقوام متحدہ 1995)۔ بیجنگ لائحہ عمل کے بعد تعلیمی شعبے میں صنف کو مرکزی دھارے میں لانے کے لیے وسیع پیمانے پر پالیسیاں تیار کی گئیں۔(انٹر ہائر ایڈ ایل 2010ء) برکینا فاسو میں 2001-2011ء کے حکومتی تعلیمی منصوبے میں وزارت بنیادی تعلیم وخواندگی کے حصے یعنی لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے ڈائریکٹوریٹ کو مستحکم بنانے کے لیے حکمت عملیاں تشکیل دی گئیں (یونیسکو، 2008)۔ یمن میں 2003ء میں کمیونٹی کی شراکت کا یونٹ اور 2006ء میں لڑکیوں کی تعلیم کا شعبہ قائم کیا گیا، یہ دونوں شعبے وزارتِ تعلیم کے تحت قائم کیے گئے تاکہ لڑکیوں کی تعلیم کی قومی حکمت عملی پر عمل کیا جائے۔ برکینا فاسو میں 1999ء اور 2005ء کے درمیان پرائمری داخلوں کی مجموعی شرح میں 47 فیصد اضافہ ہوا جبکہ یمن میں داخلوں میں اضافے کی شرح 46 فیصد رہی۔

کئی ممالک نے تعلیم میں وسیع صنفی خلاء کم کیا ہے، ان میں برکینا فاسو، گھانا اور مراکش شامل ہیں۔ ان ممالک نے قومی تعلیمی منصوبوں، حکمت عملی پر مبنی منصوبوں اور پالیسیوں بشمول لڑکیوں کے تعلیم کے حق کے فروغ اور لڑکیوں کے کم داخلوں کے لیے اہدافی جوابی اقدامات میں صنفی تناظر شامل کیا ہے۔(یونیسکو، UN خواتین 2014)۔ GMR 2015 کے لیے کئے گئے 30 ممالک کے قومی تعلیمی شعبے کے منصوبوں کے تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک کو پرائمری داخلوں میں صنفی برابری میں خاطر خواہ فوائد حاصل ہوئے جنھوں نے 2000ء اور 2012ء کے منصوبوں میں صنفی مقاصد شامل کیے تھے۔ ایسے ممالک میں موزمبیق اور سری لیون شامل ہیں۔ اس دوران گیمبیا، موریتانیہ اور سینیگال میں لڑکیوں کے کل پرائمری داخلوں میں نصف کا اضافہ ہوا (یونیسکو 2014 HEP)۔

دیگر ممالک نے قانونی اصلاحات کے ذریعے جامع پالیسی لائحہ عمل سے تعلیم میں وسیع صنفی خلاء کم کرنے کے لیے خاطر خواہ پیش رفت کی جس میں خصوصاً لڑکیوں کے لیے تعلیم تک رسائی بہتر بنانے کے لیے مختلف قسم کے اقدامات جیسے سکول کی تعلیم کے اخراجات میں کمی اور زیادہ اساتذہ کی بھرتی شامل ہیں۔ ایسی مؤثر پالیسیاں کئی حکمت عملیوں کے ذریعے رکاوٹیں دُور کرتی ہیں۔

ہندوستان اور ترکی میں پرائمری اور ابتدائی ثانوی تعلیم میں موجود صنفی خلاء دُور ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں مختلف حکمت عملیوں کے ذریعے رسائی اور پرائمری اور ابتدائی ثانوی سطح پر لڑکیوں کی تعلیم کا معیار بہتر بنانے میں مدد کی گئی ہے۔ ان میں لڑکیوں کے لیے مفت درسی کتب کی فراہمی، دوبارہ پڑھائی کے کیمپس اور ابتدائی کورسز، خواتین اساتذہ کی بھرتی اور دیہی اور مراعات سے محروم لڑکیوں میں سکول کی تعلیم کی خواہش میں اضافہ کرنے کے لیے قومی پروگرامز شامل ہیں۔(گوبندہ۔2008)۔ ترکی میں غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کے داخلوں کی شرح میں اضافہ کرنے کے لیے قومی آگاہی مہم شروع کی گئی نیز لڑکیوں کو مراعات دینے کے ذریعے پرائمری اور ابتدائی ثانوی تعلیم میں شرکت بڑھانے کے لیے قانونی اصلاحات اور سکول کی تعمیر کی گئی۔(سز ماز 2015اے)۔

برونڈی اور ایتھوپیا نے پرائمری سطح پر صنفی برابری کو نمایاں طور پر بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ مجموعی داخلوں میں بھی تیزی سے اضافہ کیا ہے۔ دونوں ممالک نے گریڈ 1 میں لڑکیوں کے داخلوں کے لیے مراعات فراہم کی ہیں تاکہ بلوغت سے قبل پرائمری تعلیم کی تکمیل ممکن بنائی جاسکے۔ برونڈی میں پرائمری سکول کے پہلے سال لڑکیوں کے لیے والدین کی امداد ختم کردی گئی۔ لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے اقدامات میں برونڈی میں ماؤں کے گروپس (ویکن 2007) اور ایتھوپیا میں کمیونٹی کی احساس پر مبنی مہمات شامل کی گئیں۔ (بائنز 2007)۔ ایتھوپیا میں کم عمری کی شادیوں کو کم کرنے کے لیے قانونی تبدیلی نے پالیسی پر عمل درآمد کا ماحول پیدا کرنے میں مدد کی ہے۔(پاسکی 2015)۔

صنفی برابری کو فروغ دینے کے لیے بجٹ استعمال کیے جاسکتے ہیں

UN خواتین 60 ممالک میں صنف پر مبنی بجٹ سازی کو فروغ دیتی ہے(UN خواتین،2012ء)۔اس طریقۂ کار میں مردوں اور خواتین،لڑکیوں اور لڑکوں پر اس کے مختلف اثرات کی بناء پر حکومتی بجٹ سازی کے اُمور کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔یہ امر سول سوسائٹی کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ صنفی مساوات کے لیے کیے گئے اپنے عزم وعہد کے حوالے سے حکومت کو جوابدہ بنا سکے۔(تعلیم کی عالمی مہم۔رزلٹ ایجوکیشن فنڈ 2011ء)۔ متحدہ جمہوریہ تنزانیہ میں صنفی بجٹ سازی کے اقدام نے کمیونٹی میں پانی کی بہتر سہولیات فراہم کرکے لڑکیوں کے گھریلو کام کے اوقات سمجھنے اور ان کو کم کرنے میں مدد کی ہے(پلان انٹرنیشنل 2012ء:UN خواتین 2012ء)۔تحقیق بتاتی ہے کہ صنف کو مرکزی دھارے میں لانے کی حکمت عملیوں کے لیے پوری تعلیمی نظام میں مناسب وسائل کا استعمال تعلیمی اداروں میں صنفی مساوات کو یقینی بنانے میں مدد دیتا ہے(انٹر ہالٹر 2014ء)۔

پالیسی لائحہ عمل کو مسائل کا سامنا ہوسکتا ہے

ابھی بھی کئی ممالک میں صنف کو مرکزی دھارے میں لانے کے اقدامات میں رکاوٹیں موجود ہیں اور تعلیمی ماحول میں انقلابی تبدیلی لانا ایک بڑا مسئلہ ہے۔تبدیلی لانے کے لیے وسائل نامناسب ہیں، اداروں میں صنفی اکائیاں محرومیت کا شکار ہیں، ایڈووکیسی ناکافی ہے اور امتیاز کی مختلف اقسام کی وجہ سے عمل درآمد کا دائرہ کار بھی محدود ہے۔(سبرامانینین،2006ء، انٹر ہالٹر ایٹ ایل،2010ء)۔راجستھان، ہندوستان میں شیکشا کرمی پراجیکٹ جس کا مقصد تعلیم تک بچوں کی رسائی بہتر بنانے میں دُور دراز کمیونٹیوں کے مردوں اور خواتین کو شامل کرنا تھا ،اس کی کامیابی کو پراجیکٹ قائدین کے لڑکیوں اور خواتین سے متعلق امتیازی رویوں کی وجہ سے نقصان ہوا۔(جین 2003)۔
اس دوران خصوصاً لڑکوں کی تعلیم کو ہدف بنانے والی تعلیمی پالیسیاں کمیابی کا شکار ہو جاتی ہیں اور لڑکیوں کے لیے جامع اور کثیر سطح کے لائحہ عمل وضع نہیں کر پاتی ہیں۔ابھی بھی لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے مختلف پالیسیاں بنانے کی ضرورت ہے تاکہ داخلوں اور بچوں اور نوجوان لوگوں کی تعلیم کی تکمیل میں مدد کی جاسکے۔

ترقی پذیر ممالک کی تعلیمی پالیسیوں میں لڑکوں کے داخلوں کو بہتر بنانے اور پرائمری اور ثانوی تعلیم کی تکمیل پر اکثر کم توجہ دی جاتی ہے حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی ایسا ہوتا ہے جہاں خصوصاً لڑکے مراعات سے محروم ہوتے ہیں۔(جاہا ایٹ۔یل 2012)۔مثلاً لیسوتھو یا سوازی لینڈ کی پالیسی دستاویزات میں صنفی خلاء کم کرنے اور لڑکوں کی تعلیم کے حصول میں حائل رکاوٹیں دُور کرنے کے لیے کوئی حکمت عملی وضع نہیں کی گئی ہے(وزارت تعلیم لیسوتھو،2002ء، وزارت تعلیم وتربیت سوازی لینڈ 2001)۔1999ء سے ثانوی سطح پر لیسوتھو کی شدید صنفی عدم برابری بڑی حد تک تبدیل نہیں ہوئی جہاں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 140 سے زائد لڑکیاں داخل کی جاتی ہیں۔فلپائن اور تھائی لینڈ میں لڑکوں کے داخلوں میں عدم برابری ثانوی تعلیم کی سطح پر ظاہر ہوتی ہے، ان ممالک میں صنفی مساوات کے نظام اور پالیسیوں میں زیادہ تر توجہ خواتین اور لڑکیوں پر دی جاتی ہے(ہیپ ورتھ 2013ء)۔لڑکیوں کی تعلیم میں حاصل ہونے والے فوائد کو نقصان نہ پہنچانا بھی اہم ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ بہت سے لڑکوں کو درپیش مسائل کا تصفیہ کرنے کے لیے پالیسیاں تشکیل دی جائیں۔

سول سوسائٹی اور کمیونٹی کی تحریک ضروری ہے

انسانی حق کے طور پر تعلیم کو فروغ دینے اور خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم کی طلب میں اضافہ کرنے کے لیے افراد، خاندانوں، کمیونٹیوں اور معاشروں کے لیے تعلیم کی معاشی اور سماجی و ثقافتی آگاہی بہتر بنانی چاہیے۔کمیونٹی اور والدین کے رویے تبدیل کرنے اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے عوامی حمایت میں اضافہ کرنے کے لیے وسیع پالیسی لائحہ عمل کے حصے کے طور پر ایڈووکیسی اور کمیونٹی کی تحریک کی مہمات استعمال کی گئی ہیں۔نوجوانوں کی خواندگی اور ابتدائی تعلیم کی خاطر حمایت حاصل کرنے کے لیے بھی کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔

عالمی سطح پر ایکشن ایڈ، اوکسفیم انٹرنیشنل، ایجوکیشن انٹرنیشنل اور ڈاکار کانفرنس کے بعد بچوں سے لی جانے والی محنت ومشقت کے خلاف عالمی مارچ کی جانب سے اکتوبر 1999ء میں تعلیم کی عالمی مہم (GCE) کی بنیاد رکھی گئی۔یہ حکومتوں پر عوامی دباؤ بڑھانے میں مدد کرتی ہیں تاکہ وہ تمام لوگوں بالخصوص خواتین کے لیے مفت اور معیاری تعلیم فراہم کرنے کے لیے اپنے وعدے پورے کریں(کیولے ایٹ ایل 2007)۔تعلیم کی عالمی مہم (GCE) سول سوسائٹی تحریک ''تعلیم سب کے لیے'' EFA پیش پیش رہی ہے اور اب 150 ممالک میں کام کر رہی ہے اور تعلیم میں صنفی مساوات کے لیے سرگرم انداز میں مہم چلاتی ہے(تعلیم کی عالمی مہم 2014)۔

قومی سطح پر برکینا فاسو(ہیکسن ایٹ ایل 2003)، ایتھوپیا(بائز 2007) اور ملاوی (رگ 2000) میں 1990 میں بڑے پیمانے پر سماجی تحریک کی ابتدائی مہموں نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے وسیع کمیونٹی حمایت حاصل کرنے میں مدد کی۔تاجکستان میں تعلیمی ترقی کے قومی حکمت عملی (NSED)،2015ء کو لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے ٹیلی ویژن اور ریڈیو مہم بھی میں شامل کیا گیا۔

حالیہ دور میں تعلیمی ترقی کی قومی حکمت عملی (NSED)،2020ء میں میڈیا مہم کا استعمال جاری ہے لیکن اس کا مقصد لازمی ثانوی تعلیم کے بعد خصوصاً لڑکیوں کے کم داخلوں کی تعداد بہتر بنانا ہے۔(یونیسف۔2013b) جو 2012ء میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 90 لڑکیاں تھی۔

قومی تعلیمی اتحاد جو سیاسی فورمز میں سول سوسائٹی کی نمائندگی کرتے ہیں، لڑکیوں کی تعلیم اور صنفی مساوات کے لیے ایڈووکیسی میں مدد کر سکتے ہیں۔ تعلیم کی عالمی مہم (GCE) 80 سے زائد قومی تعلیمی اتحاد کے ساتھ کام کرتی ہے (تعلیم کی عالمی مہم، 2014ء ور جر اور نویلی 2012ء)۔ اس کی ''درست کرو'' مہم مطالبہ کرتی ہے کہ سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر مضبوط حکومتی منصوبے بنائے جائیں اور انھیں وسائل بھی فراہم کیے جائیں تاکہ تعلیم میں صنفی مساوات حاصل کی جا سکے۔ (تعلیم کی عالمی مہم اور ریزلٹس ایجوکیشن فنڈ 2011)۔ گھانا قومی تعلیمی اتحاد مہم کے ایک رکن نے اپنی وزارت تعلیم سے یہ عہد لیا کہ وہ 2012ء کے حکومتی ایجنڈے کے حصے کے طور پر صنفی تعلیم کی پالیسی تشکیل دے گی تاکہ ثانوی سطح پر صنفی عدم برابری کا تصفیہ کیا جائے جہاں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 91 لڑکیوں کو داخلہ دیا گیا۔

لڑکیوں کی تعلیم میں مدد کرنے کے لیے کئی غیر حکومتی پروگرامز اور چھوٹے پیمانے کے پراجیکٹس میں کمیونٹی کی تحریک کی حکمت عملیاں بھی شامل کی گئی ہیں۔ برکینا فاسو میں کمیونٹی کی تحریک کی حکمت عملیاں لڑکیوں کو معیاری اور دوستانہ ماحول پر مبنی سکولز فراہم کرنے والے ایک پراجیکٹ کا حصہ تھیں (کازینگا ایٹ ایل 2013ء)۔ ہندوستان میں ضلعی پرائمری تعلیم پروگرام نے خواتین کے ایڈووکیسی کے پراجیکٹ کے ذریعے خواتین کو متحرک اور منظم کر کے لڑکیوں کے داخلوں کی تعداد بڑھانے کے لیے ابتدائی اقدامات میں مدد دی ہے۔ (Interhalter, 2007)

خصوصاً موثر مہمات میں کئی شعبوں کے شراکت دار شامل کیے جاتے ہیں اور قومی منصوبہ بندی اور پالیسی کے ذریعے ان کی معاونت بھی کی جاتی ہے اور ان میں بنیادی سطح کی تنظیموں اور کمیونٹیوں کو براہ راست شامل کیا جاتا ہے۔ (پارکس اور بیس لوپ 2013)۔ ترکی میں، لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے قومی مہم میں کئی اسٹیک ہولڈرز کی شمولیت مقررہ اضلاع میں داخلوں میں اضافے کا باعث بنی۔ (بکس 7)۔ تاہم نوجوان خواتین کی تعلیم کی سطح میں اضافے کے باوجود صنفی مساوات سے متعلق رویے بڑی حد تک بہتر نہیں ہوئے (ڈنسر ایٹ ایل 2014)۔ ترکی کے آئین اور ضابطہ تعزیرات میں خواتین کے حقوق کو ابھی تک مکمل تحفظ حاصل نہیں ہے۔ خواتین کے خلاف گھریلو تشدد کی بلند سطح پائی جاتی ہے اور سیاسی میدان اور لیبر مارکیٹ میں خواتین کی شرکت بہت کم ہے (پاسالی 2013ء)۔

سکول کے تعلیمی اخراجات کم کرنا، ایک مؤثر عمل ہے

EFA کے پورے عہد میں سکول کی پرائمری اور ثانوی سطح پر خاندانوں کے لیے تعلیم کی بلاواسطہ اور بلواسطہ لاگت کم کر کے داخلوں اور تعلیم کے حصول میں صنفی عدم برابری کا ازالہ کرنے پر عالمی توجہ دی گئی ہے۔ لاگت کی کمی خصوصاً لڑکیوں کے لیے فائدہ مند ہو سکتی ہے کیونکہ جہاں خاندان کی وسائل محدود ہوں وہاں یہ وسائل پہلے لڑکوں پر لگانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لاگت میں کمی کے اقدامات میں فیس کا خاتمہ، وظیفے اور تعلیمی امداد کی فراہمی شامل ہیں۔

بکس 7: مختلف اسٹیک ہولڈرز ترکی میں لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے مہم کی معاونت کرتے ہیں

ترکی میں ''لڑکیوں آؤ سکول چلیں'' مہم نے تعلیم تک رسائی بڑھانے اور داخلوں میں اضافہ کرنے کے لیے حکومت کی کوششوں کی معاونت کی۔ اس مہم کا آغاز ترکی کے 10 صوبوں میں 2003ء میں ہوا جہاں بنیادی تعلیم تک رسائی میں وسیع عدم برابری موجود تھی۔

چونکہ وزارت قومی تعلیم کے پاس سکول نہ جانے والے بچوں سے متعلق درست معلومات کی کمی تھی اس لیے اسٹرینگ کمیٹی نے 10 صوبوں میں مشیر بھیجے تاکہ ضروریات تک رسائی حاصل ہو اور مقامی اسٹیک ہولڈرز کو مہم سے متعلق مطلع کیا جائے۔ ترکی کے تعلیمی نظام کے موروثی ڈھانچے کی وجہ سے مہم کی کامیابی محدود رہی، مشیروں کو انسپکٹر سمجھا گیا اور مہم کا زور کمزور رہا۔

طریقۂ کار میں تبدیلی کے بعد مذکورہ مہم نے مرکزی اور صوبائی سٹیک ہولڈرز کے وسیع دائرہ کار کے درمیان تعلقات کا نیا ماڈل قائم کیا، مقامی ٹیموں کو درپیش مسائل حل کرنے کے لیے عہدیداروں نے مسلسل اجلاس کیے۔ ریاستی عہدیداروں اور اساتذہ نے گھروں کے دوروں میں بھرپور شرکت کی، یہ خاندانوں کو قائل کرنے کی مؤثر حکمت عملی تھی تاکہ وہ اپنی لڑکیوں کو سکول بھیجیں۔ سول سوسائٹی کی مقامی تنظیموں کو بھی مہم کا حصہ بنایا گیا۔

آخر میں مہم کے آغاز میں 10 صوبے منتخب کیے گئے جنہوں نے داخلوں میں صنفی خلاء ختم کرنے میں ترکی کے دیگر صوبوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر پیش رفت دکھائی۔

پرائمری اور ثانوی سطح پر لڑکیوں اور لڑکوں کے داخلوں میں اضافہ کرنے کے لیے فیس کا خاتمہ حکومت کی بنیادی حکمت عملی رہی ہے۔ ڈاکار کی ایک دہائی بعد داخلوں میں وسیع اضافہ دیکھا گیا ہے۔

اصولاً زیادہ تر ممالک میں پرائمری سکول کی تعلیم تک ٹیوشن فیس نہیں لی جاتی ہے۔ GMR تحقیق کی بنیاد پر خصوصاً سب صحارا افریقہ میں پیش رفت کافی مؤثر رہی جہاں 2000 سے 15 ممالک نے پرائمری تعلیم کے لیے سکول کی فیس کا خاتمہ کرنے کی قانون سازی کی، 7 ممالک نے آئینی ضمانتوں اور 8 ممالک نے قانون سازی کی دیگر اقسام کے ذریعے یہ کام کیا۔ 8 اضافی ممالک نے ایسا قانون سازی کیے بغیر پالیسی اقدامات کے ذریعے کیا۔ 2014ء تک 40 ممالک لازمی قبل از پرائمری تعلیم کا بھی آغاز کر چکے تھے، اگرچہ کچھ ممالک میں ابھی تک عوامی سہولت کو بڑھانا ہے اور یہاں ابھی بھی فیس لی جاتی ہے۔

کینیا اور متحدہ جمہوریہ تنزانیہ میں تمام پرائمری سکولوں میں پری پرائمری سیکشن بنانے کے لیے قوانین درکار ہیں، کیونکہ ان دونوں ممالک میں فیس لی جا رہی ہے (عالمی بینک 2012ء)۔

بینن (Benin) میں، حکومت نے 2000ء میں دیہی علاقوں میں سرکاری پرائمری سکولوں میں تمام لڑکیوں کے لیے سکول فیس ختم کر دی۔ (بینن وزارت تعلیم و سائنسی تحقیق 2000ء)۔ لڑکیوں کی تعلیم کی طلب میں اضافے کرنے کے لیے کمیونٹی تحریک کی حکمت عملیوں کے ساتھ ساتھ اس اقدام سے پرائمری سطح پر صنفی خلاء میں بہت زیادہ کمی آئی جبکہ GPI جو 1999ء میں 0.64 تھا، 2012ء میں بڑھ کر 0.89 ہو گیا۔ یوگینڈا میں تحقیق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پرائمری تعلیم کے لیے فیس کے خاتمے سے خصوصاً دیہی علاقوں میں لڑکیوں اور بچوں کے داخلوں میں تاخیر کرنے میں کمی ہوئی، داخلوں میں مراعات دی گئیں اور سکول چھوڑنے کی شرح میں کمی آئی (ڈی انگر 2003، گروگن 2009، نشی مورا ایٹ ایل 2009)۔ 2006ء میں یمن نے پرائمری کی تمام لڑکیوں کے لیے سکول فیس اور یونیفارم کے اخراجات کا خاتمہ کر دیا۔ (کفایہ 2007)۔ پرائمری سطح کی طرح ثانوی سطح پر سکول فیس کا خاتمہ داخلوں میں اضافے کا سبب بنا۔ تعلیم کے حق کے یونیسکو ڈیٹا بیس کی دستاویزات کا جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ 107 میں سے 94 کم اور درمیانی آمدنی والے ممالک نے مفت ابتدائی ثانوی تعلیم کے لیے قانون سازی کی۔ (یونیسکو-2014b)۔ ان میں سے 66 نے آئینی ضمانتیں دی ہیں جبکہ 28 ممالک نے دیگر قانونی اقدامات پر عمل کیا ہے۔ 2015ء تک صرف چند ممالک جن میں بوٹسوانا، گھیونیا، پاپوا نیو گیونیا، جنوبی افریقہ اور متحدہ جمہوریہ تنزانیہ شامل ہیں، وہ ابتدائی ثانوی سطح پر فیس لیتے ہیں۔

پرائمری اور ابتدائی ثانوی سطح پر وسیع پیمانے پر فیس کے خاتمے کے باوجود سکول کی تعلیم مفت نہیں ہے۔ سکول یونیفارم، سکول جانے اور آنے کے لیے آمدورفت اور سکول میں لنچ جیسی کئی دیگر اخراجات خاندانوں کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ GMR کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام علاقوں میں 50 کم، درمیانی اور زیادہ آمدنی والے علاقوں کا 2005 تا 2012 کے ڈیٹا کے مطابق گھرانوں کے تعلیمی اخراجات کل قومی اخراجات کا اوسطاً 31 فیصد تھے۔ تقریباً ایک چوتھائی ممالک میں، گھرانوں نے تعلیم پر حکومت سے زیادہ خرچ کیا۔ عموماً ایک ملک جتنا غریب ہوتا ہے، گھرانوں پر اخراجات کا بوجھ اتنا زیادہ ہوتا ہے۔

وظیفوں اور تعلیمی امداد سے کچھ کامیابی ملی ہے

ڈاکار لائحہ عمل میں کہا گیا کہ ''سکول جانے کی بلاواسطہ متوقع لاگت کم کرنے کے لیے وسیع سماجی پالیسیاں، اقدامات اور مراعات کا استعمال کرنا چاہیے''۔ مراعات کے ذریعے سکول کی تعلیم خصوصاً لڑکی کی تعلیم کے لیے والدین کی خواہش بڑھانے کی خاطر ان ممالک میں سکول کی بلاواسطہ لاگت پوری کرنے کے لیے فیس کا خاتمہ اور وظیفے اور اضافی لاگت کم کرنے کے لیے نقد تعلیمی امداد کی فراہمی شامل تھی۔

بہتر مقررہ وظیفے اور تعلیمی امداد لڑکیوں کی تعلیم بہتر بنانے میں مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ کمبوڈیا میں، پرائمری سطح سے ابتدائی ثانوی سکول کی تعلیم میں منتقل ہونے والی لڑکیوں کے لیے وظیفے جو باقاعدہ حاضری اور گریڈ کی بہتری سے مشروط ہیں، ان سے ہدفی ثانوی سکولوں میں 22 سے 32 فیصد کے درمیان لڑکیوں کے داخلوں میں اضافہ ہوا اور انتہائی پسماندہ پس منظر سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں پر پروگرام کا اثر انتہائی مثبت تھا۔ (فلمر اور شیڈے 2008)۔ پاکستان کے صوبے پنجاب میں، لڑکیوں کے سکولوں کے لیے وظیفے کا پروگرام 2003 میں تشکیل دیا گیا جس کے ذریعے کم ترین شرح خواندگی رکھنے والے اضلاع میں سرکاری سکولوں کی گریڈ 6 تا 8 کی لڑکیوں کو ہدف بنایا گیا۔ یہ عملی پروگروم کے پہلے چار سال میں تمام منتخب اضلاع میں 11 فیصد سے 32 فیصد تک داخلوں میں اضافے کا باعث بنا۔ اس کے برعکس، نیپال میں وظیفے سکول کی کل لاگت جیسے تعلیمی مواد پوری کرنے کے لیے کافی مناسب نہیں رہے اور لڑکیوں کو سکول بھیجنے کے لیے غریب خاندانوں کو مراعات فراہم کرنے میں بھی ناکام رہے۔ (Ridley and Bista,2004)

> پنجاب، پاکستان میں لڑکیوں کو تعلیمی وظیفہ دینے سے ان کے داخلے کی شرح میں 11 سے 32 فیصد تک اضافہ ہوا ہے

سکول تک رسائی میں عدم برابری کا ازالہ کرنے کی کوشش میں وظیفوں، تعلیمی امداد یا سکول فیس میں کمی سے عدم مساوات کی دیگر اقسام پیدا ہو سکتی ہیں۔ پاکستان میں شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے خاندانوں کی لڑکیاں جو وظیفے کی اہل ہوں، ان کو سرکاری سکولوں میں ہی بھیجا جاتا ہے اور لڑکوں کو ممکنہ طور پر نجی سکولوں میں داخل کروایا جاتا ہے جہاں اکثر زیادہ معیاری تعلیم دی جاتی ہے (خود مختار جائزہ گروپ 2011)۔ ہندوستان میں گھرانوں کے اخراجات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان لڑکیوں پر کم خرچ کرتے ہیں، لڑکیوں کو فیس نہ لینے والے سرکاری سکولوں اور لڑکوں کو نجی سکولوں میں داخل کروایا جاتا ہے (اعظم اور کنگڈن 2012)۔ فیسوں میں کمی کے باعث عدم مساوات پیدا ہو سکتی ہے۔ بنگلہ دیش میں دیہی علاقے کی لڑکیوں کے لیے ثانوی تعلیم کے لیے تعلیمی امداد کا پروگرام 1991 میں متعارف کروایا گیا جس سے لڑکیوں کے داخلوں میں اضافہ ہوا لیکن اس کا نامناسب حد تک امیر زمیندار گھرانوں کی لڑکیوں کو زیادہ فائدہ ہوا۔ (خندکر ایٹ ایل 2003)۔ اس پروگرام سے لڑکے بھی محروم رہ سکتے ہیں۔ 2000 سے 2006ء تک بنگلہ دیش میں چلنے والے پرائمری تعلیم کے وظیفے کے پروگرام کا غریب گھرانوں کے لڑکوں کے گریڈ پر منفی اثر ہوا۔ ثانوی سطح پر لڑکے اضافی تعلیمی امداد حاصل کرنے کے لیے نااہل تھے جو لڑکیوں کے لیے دستیاب تھا، اس لیے خاندانوں کے لیے اپنے لڑکوں کو دیر تک پرائمری سکول میں رکھنا زیادہ فائدہ مند تھا۔ (Baulch,2011)

نقد رقوم کی ادائیگیاں اور سکول کے غذائی پروگرامز عموماً مثبت ہوتے ہیں

2000ء سے مالی مسائل کے شکار گھرانوں کے لیے نقد رقوم کی ادائیگیاں لاطینی امریکہ اور کم آمدنی والے کئی ممالک میں پسندیدہ اقدام رہا ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصوصاً ضرورت مند بچوں کو ہدف بنانے والے اور سکول کی حاضری سے مشروط پروگرامز بچوں خصوصاً لڑکیوں کے داخلوں کی صورت حال بہتر بنانے میں غیر مشروط ادائیگیوں سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ (آکرش، ایٹ ایل، 2013، بیرڈ ایٹ ایل 2013 انٹر ہالٹر، ایٹ ایل 2013ء)۔ تاہم مشروط نقد رقوم کی ادائیگیوں (CCTs) اور غیر مشروط نقد رقوم کی ادائیگیوں (UCTs) کے براہ راست تقابل سے معلوم ہوا کہ جہاں حاضری اور داخلوں میں اضافہ کرنے میں مشروط نقد رقوم کی ادائیگیاں (CCTs) غیر مشروط نقد رقوم کی ادائیگیوں (UCTs) سے برتری لے گئیں وہاں غیر مشروط ادائیگیاں (UCTs) چھوٹی عمر میں حمل اور جلد شادی روکنے میں زیادہ مؤثر ثابت ہوئیں۔ چنانچہ وہ لڑکیاں جو سکول چھوڑنے کی وجہ سے نقد رقوم کی ادائیگیوں (CCTs) سے محروم رہیں ممکنہ طور پر ان کی شادی ہوگی۔ (بیرڈ، ایٹ ایل 2013)۔ جمیکا میں غریب گھرانوں کے لیے تعلیمی امداد فراہم کرنے کے ایک حکومتی پروگرام نے ثانوی سکول میں لڑکوں کے داخلوں کے لیے زیادہ رقوم کی ادائیگی کا نظام متعارف کروایا۔ اس پروگرام کا مقصد سکول چھوڑنے کے خطرے کو کم کرنے کے لیے لڑکوں کے داخلوں کی صورت حال کو بہتر بنانا تھا۔ (Fiszbein and Schady,2009)۔

پاکستان میں پرائمری سکولوں کی مناسب دستیابی سے پرائمری سکول میں لڑکیوں کے پڑھنے میں اضافہ ہوا ہے۔

سکول کے غذائی پروگرامز سکول میں حاضری بہتر بنانے اور سکول چھوڑنے والے بچوں کی تعداد کم کرنے کے لیے ایک اور حکمت عملی ہے لیکن ان کی اثر پذیری کا ثبوت ملا جلا ہے (بہرمین ایٹ ایل 2013ء لسٹر ایٹ ایل 2011)۔ اگر ایسے پروگرامز سے خصوصاً لڑکیوں کے داخلوں میں اضافہ ہوسکتا ہے جیسے ایک اقدام کے طور پر دیہی ہندوستان میں ہوا (آفریدی، 2011)، داخلوں میں ڈرامائی اضافہ، پرہجوم کلاس رومز اور کمزور تعلیمی ماحول کا باعث بن سکتا ہے جیسا بنگلہ دیش میں ہوا۔ (احمد اور ارنید۔ کیونگ، 2006)۔ برکینا فاسو، چلی، جمیکا، لاؤ عوامی جمہوریہ، پیرو، فلپائن اور یوگینڈا کے سکول کے غذائی اور راشن کی فراہمی کے پروگرامز پر ہونے والی 12 اسٹڈیز کے حالیہ تجزیے سے معلوم ہوا کہ ان پروگرامز کا داخلوں پر مثبت اثر ہوا جو بہت سے ممالک میں 6 سے 26 فیصد رہا۔ اس دوران، یوگینڈا کے سکول کے پروگرام سے لڑکوں کے دوبارہ داخلے 20 فیصد کم ہوگئے (بہرمین ایٹ ایل 2013)۔

سکول کا انفراسٹرکچر وسیع اور بہتر بنانا، لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے

سکول کے انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری کی پالیسیوں نے بلاواسطہ اور بلواسطہ طور پر تعلیم میں صنفی برابری اور صنفی مساوات میں پیش رفت کرنے میں مدد کی ہے۔ سکولوں کی فراہمی میں اضافہ کرنے اور ان کی سہولیات بہتر بنانے سے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے یکساں فائدہ ہوتا ہے لیکن کچھ حد تک لڑکیوں کو زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔

زیادہ سکول تعمیر کرنے سے فاصلہ کی رکاوٹ کم ہو جاتی ہے

ایسی کمیونٹیوں میں سکول تعمیر کرنا جہاں سفری خدمات کی فراہمی نامناسب ہو، سکول کی تعلیم میں حائل فاصلے سے متعلق رکاوٹیں کم کرنے کے لیے ایک واضح اور مؤثر حکمت عملی ہے۔ مصر میں، یورپی یونین اور عالمی بینک کے اضافی فنڈنگ سے 1996 اور 2006 کے درمیان مصری حکومت کی جانب سے شروع کیے جانے والے تعلیم کے فروغ کے پروگرام میں نئے سکولوں کی تعمیر شامل تھی جس میں پسماندہ دیہی علاقوں کو ہدف بنایا گیا جہاں روایتی طور پر لڑکیوں کے داخلوں کی تعداد بہت کم تھی (اقبال اور رائد، 2004ء عالمی بینک، 2015)۔ 1990ء میں مصر میں پرائمری تعلیم میں ہر 100 لڑکوں کے مقابلے میں 84 لڑکیوں کو داخلہ دیا گیا۔ 1999ء میں یہ نسبت 92 لڑکیاں اور 2012 تک 96 لڑکیاں ہوگئی۔ افغانستان کے صوبہ غور میں کیتھولک ریلیف سروس اور یو ایس ایڈ کے فنڈ سے چلنے والے ایک پراجیکٹ میں ایسے دیہات منتخب کیے گئے جہاں سرکاری سکولوں تک آسان رسائی کم تھی تاکہ ان دیہات میں 2007 میں کمیونٹی پرائمری سکول تعمیر کیے جائیں۔ اس پراجیکٹ کے نتیجے میں، ان دیہاتوں میں مجموعی داخلوں میں 42 فیصد اضافہ ہوا جبکہ لڑکیوں کے داخلوں میں لڑکوں کی نسبت 17 فیصد زیادہ اضافہ ہوا، اس طرح موجود صنفی خلا بھی کم ہوا (برڈ اور لنڈن 2012)۔

تاہم حکومتوں نے سکول جانے والی کم عمر آبادی کے مسئلے کے پیش نظر دور دراز علاقوں میں سکولوں کی تعداد کم کرنے کے لیے پالیسی فیصلے کیے ہیں۔ اس امر کے صنفی عدم برابری پر غیر مؤثر اثرات پڑ سکتے ہیں۔ چین میں 7 صوبوں میں 102 دیہی کمیونٹیوں کی اسٹڈی سے معلوم ہوا کہ مقامی پرائمری سکولوں کی موجودگی سے لڑکیوں کی ابتدائی ثانوی تعلیم کی تکمیل میں 17 فیصد اضافہ ہوا (لی اور لیو 2014)۔ دیہی پرائمری سکولز ضم کرنے کی حکومتی پالیسی سے دیہی سکولوں کی تعداد 2000ء میں 440,000 سے کم ہوکر 2001 میں 253000 ہوگئی۔

تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد از پرائمری سکولز کی دستیابی پرائمری اور ثانوی سطح پر صنفی برابری بہتر بنانے کے لیے دیگر حکمت عملیوں کی افادیت پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ پاکستان کے طول و بلد کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ بعد از پرائمری سکول کی تعلیم کی دستیابی اور پرائمری سکول میں لڑکیوں کی برقراری کے درمیان مضبوط مثبت تعلق موجود ہے۔ (لے اوڈ ایٹ ایل 2006)۔ بنگلہ دیش میں جہاں لڑکیوں کے لیے تعلیمی امداد سے ثانوی سکول کے داخلوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے وہاں ایک دہائی قبل رسمی تعلیمی شعبے میں اسلامی سکولز شامل کرنے کے حکومتی اقدام سے جگہ کی دستیابی میں اضافہ ہوگیا۔ (اسد اللہ اور چوہدری 2009ء)۔

صنفی مساوات کے لیے پانی اور صحت و صفائی پر توجہ دینی چاہیے

لڑکیوں کے لیے صحت وصفائی کی محفوظ اور علیحدہ سہولیات کی فراہمی ایک بنیادی حکمت عملی تھی جس پر ڈاکار لائحہ عمل پر توجہ دی گئی تا کہ سکول کے سازگار ماحول کو فروغ دیا جائے اور لڑکیوں کی حاضری بہتر بنائی جائے۔ ڈاکار میں شروع کی گئی مؤثر سکول ہیلتھ ٹاسک فورس نے سکولوں میں پانی، حفظان صحت اور خصوصاً نوجوان لڑکیوں کے لیے بیت الخلا بنانے کی وکالت کی (جو رجر اور حوفین 2002ء یونیسکو 2015)۔ حالیہ سالوں میں ''سکول میں صفائی'' کی عالمی شراکت داری ان کوششوں کو فروغ دینے کے لیے جاری رہی۔ سکول میں بہتر صحت و صفائی کے لیے کوشش WASH اہم ہے چونکہ نوجوان لڑکیوں کو خصوصاً ماہواری کے دوران پرائیویسی کے کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کے تعلیمی فیصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے اور سکول کی حاضری میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ (ایڈو کیا 2014)۔

کئی ترقی پذیر ممالک میں سکول میں پانی اور صحت و صفائی کی فراہمی 2000ء کے بعد سے بہتر ہوئی ہے لیکن پیش رفت سست رہی ہے۔ بہت سے بچے ابھی بھی اس طرح کے حالات میں سکول جاتے ہیں جو تعلیم کے لیے سازگار نہیں جہاں پینے کے پانی، ہاتھ دھونے کی سہولیات اور محفوظ اور صاف بیت الخلا کی کمی ہے۔ 126 ممالک کے ڈیٹا کے مطابق مناسب صحت و صفائی کی سہولیات رکھنے والے پرائمری سکولوں کی اوسط فیصد 2008 میں 59 سے بڑھ کر 2012ء میں 68 فیصد ہوگئی۔ 52 کم ترقی یافتہ اور دیگر کم آمدنی والے ممالک میں یہ حصہ 35 فیصد سے بڑھ کر 50 فیصد ہوگیا (UNICEF, 2013 d)۔

سال 2012 میں لڑکیوں کے سکولوں میں صفائی کو بہتر بنانے کے لیے پنجاب ایجوکیشن ریفارمز کا 60 فیصد بجٹ مختص کیا گیا تھا۔

ترقی پذیر اور عبوری ممالک کے 2005 سے 2009ء کے 44 قومی تعلیمی منصوبوں کے جائزے سے معلوم ہوا کہ 25 منصوبوں میں سکول میں پانی اور صحت و صفائی کی صورت حال بہتر بنانے کے لیے حکمت عملیاں شامل تھیں۔ جبکہ 11 منصوبے بالخصوص صنف سے متعلق مقاصد سے مربوط تھے۔ 2012ء میں پاکستان میں پنجاب کے تعلیمی شعبے کی اصلاحات کے پروگرام کے 60 فیصد فنڈز لڑکیوں کے سکولوں میں سہولیات بہتر بنانے سے مخصوص تھے جن میں بیت الخلا کی فراہمی اولین ترجیح تھی۔ (ASER پاکستان 2014)۔

ڈیٹا لڑکیوں کے لیے سہولیات اور ان کے بہتر اور فعال ہونے کی حد تک محدود ہے۔ لڑکیوں کے داخلوں اور تعلیم کی تکمیل پر صرف لڑکیوں کے لیے بیت الخلا کے اثرات اور لڑکیوں کی حاضری بہتر بنانے کے لیے واحد حکمت عملی کے طور پر ان کی فراہمی کی اثر پذیری سے متعلق حیران کن طور پر معمولی شواہد دستیاب ہیں (برڈ تھیڈل ایٹ ایل 2011ء)۔ شواہد ملے جلے ہیں۔ کینیا میں تحقیق تجویز کرتی ہے کہ پرائمری سکول بیت الخلا کی صفائی اور بہتر دیکھ بھال حاضری بہتر بنانے میں ان کی تعداد سے زیادہ اہم ہوسکتی ہے۔ (ڈریبلس۔ ایٹ ایل 2013ء) تاہم ہندوستان میں 2000ء کے ابتدائی دور میں سکول کے بیت الخلاء کی تعمیر کے پروگرام پر مبنی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنس سے مخصوص یا غیر مخصوص بیت الخلا کی فراہمی سے نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو خاطر خواہ فائدہ ہوا، اور ایک جنس سے مخصوص بیت الخلا سے نوجوان لڑکیوں کے داخلوں میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پرائیویسی اور ماہواری کی مسائل ہندوستان میں لڑکیوں کے داخلوں پر اثر انداز ہونے والا ایک بنیادی عنصر ہے۔ ایک جنس سے مخصوص بیت الخلا کی تعمیر سے سکول میں خواتین اساتذہ کی تعداد پر بھی مثبت اثر ہوا جس سے بلاواسطہ طور پر لڑکیوں کو فائدہ پہنچا۔ (ایڈو کیا 2014)۔

اقدامات جو انفراسٹرکچر کو تربیت، رسائی اور حفظان صحت کی تعلیم بشمول ماہواری میں حفظان صحت سے جوڑتے ہیں، ان میں بیت الخلا کی دستیابی کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے مزید تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ تاہم، یہ لڑکیوں کی تعلیم کے حصول میں ایک نمایاں پہلو ہو یا نہ ہو، بہتر سہولیات تک رسائی اور معاونت کے لڑکیوں کی عزت و وقار اور ان کے سکول کے تجربے کے مجموعی معیار پر ممکنہ طور پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں (انٹر ہالٹر۔ ایٹ ایل 2014ء)۔

خواتین اساتذہ کی بھرتی کا لڑکیوں کی سکول کی تعلیم پر مثبت اثر ہوتا ہے

جیسا کہ GMR 2013/14 میں کہا گیا کہ تدریس کا شعبہ اکثر مردوں اور خواتین اور معذور افراد اور مختلف نسلی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا صحیح توازن حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ (یونیسکو۔ 2014)۔ ایسے ممالک جہاں لڑکیوں کو ثقافتی اور سماجی رکاوٹوں کی وجہ سے تعلیم میں حصہ لینے میں شدید مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہاں خواتین اساتذہ کی تعداد میں اضافے کرنے سے لڑکیوں کی سکول کی تعلیم پر مثبت اثر دیکھا گیا ہے۔

خواتین اساتذہ کی موجودگی بچوں کے تحفظ سے متعلق والدین کی تشویش کم کرسکتی ہےاورلڑکیوں کی سکول کی تعلیم کی خواہش بڑھانے میں مدد کرتی ہے۔30 ترقی پذیر مما لک کی اسٹڈی سے معلوم ہوا کہ ایک ضلع میں خواتین اساتذہ کے تناسب میں اضافہ کرنے سے خصوصاً دیہی علاقوں میں تعلیم تک لڑکیوں کی رسائی اور برقراری میں اضافہ ہوا۔(ہوسمین اورسمٹس 2009b,2009a)۔ تیونس میں جہاں2012 میں پرائمری داخلوں میں صنفی برابری حاصل کر لی گئی وہاں حالیہ سالوں میں سکولوں میں خواتین اساتذہ کی زیادہ تعداد مثبت انداز میں لڑکیوں کے گریڈ کی اوسط اور پرائمری سکول چھوڑنے کے امتحانات سے جوڑی تھی۔ (بالیاماونس۔ نٹز 2001 لوک ہیڈ ار میٹ 2007ء)۔اس کے برعکس، تحقیق سکول میں لڑکوں کی کم کامیابی یا کم شرکت اوران کے اساتذہ کی صنف کے درمیان کوئی عام تعلق تلاش کرنے میں ناکام رہی ہے۔(Kelleher,2011)

1999ءاور2012ء کے درمیان مختلف مما لک میں جہاں خواتین اساتذہ کی تعداد کم تھی وہاں پرائمری اساتذہ میں صنفی توازن حاصل کرنے میں خاطرخواہ پیش رفت ہوئی۔ نیپال میں خواتین اساتذہ بھرتی کرنے کے لیے جامع پالیسیوں پر عمل درآمد کیا گیا جس سے خواتین اساتذہ کی شرح 1999ء میں 23 فیصد سے بڑھ کر 2012ء میں 42 فیصد ہوگئی۔اسی طرح مراکش میں یہ شرح 39 فیصد سے 54 فیصد ہوگئی (شکل 18)۔

شکل18: پرائمری سطح پرخواتین اساتذہ کی تعداد میں اضافہ

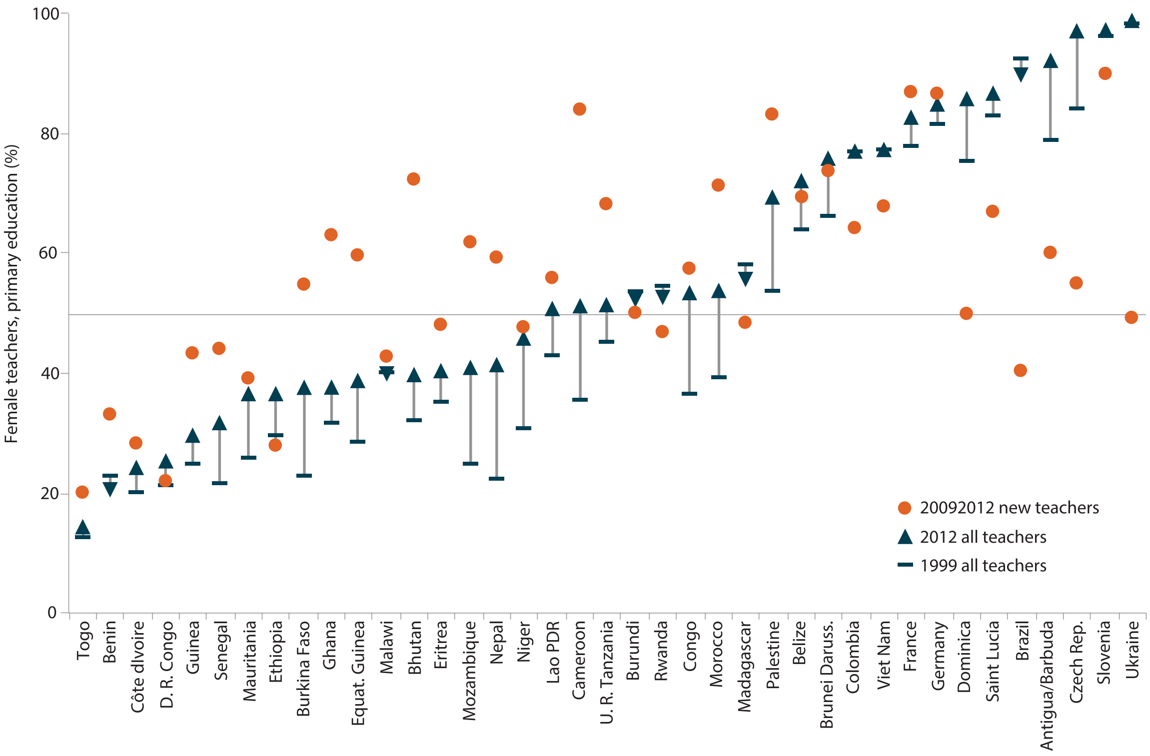

مختلف ممالک بشمول بھوٹان، برکینا فاسو، کیمرون، موزمبیق اور نیپال میں پرائمری تدریس میں نئے آنے والوں میں خواتین کے تناسب میں اضافہ حقیقی کوشش کو ظاہر کرتا ہے، اب نئے اساتذہ میں خواتین اساتذہ اکثریت میں ہیں۔ 2009ء اور 2012ء کے درمیان نیپال میں نئے اساتذہ میں خواتین اوسطاً 60 فیصد اور موزمبیق میں 62 فیصد تھیں۔ اس پیشے میں زیادہ خواتین کے آنے سے 2015ء تک پرائمری اساتذہ میں صنفی توازن حاصل کرنے کا امکان زیادہ بہتر ہو گیا ہے۔

> پاکستان میں کم فیس والے نجی سکول مقامی علاقے کی نوجوان، غیر تربیت یافتہ اور غیر شادی شدہ خواتین کو ملازم رکھ لیتے ہیں۔

افغانستان میں قدامت پسند کمیونٹیاں لڑکیوں کو مردوں سے پڑھنے کی اجازت نہیں دیتی ہیں۔ دو قومی منصوبوں میں خواتین اساتذہ کی بھرتی سے متعلق دو واضح اہداف شامل کیے گئے ہیں تاکہ لڑکیوں کے داخلوں کی کم سطح سے نمٹا جا سکے۔ ان میں 2010ء تک پرائمری اور ثانوی سطح پر خواتین اساتذہ کی تعداد میں 50 فیصد اضافہ کرنے (وزارت تعلیم افغانستان 2007) اور گریڈ 12 کے 5000 گریجویٹ اساتذہ بھرتی کرنے اور تربیت دینے جن میں سے 45 فیصد خواتین تھیں کے لیے حکمت عملیاں شامل ہیں (وزارت تعلیم افغانستان 2014ء)۔ خواتین کی کم تعلیم کا مطلب اساتذہ بننے کے لیے بہت کم خواتین کا اہل ہونا ہے۔ تاہم سہولیات بہتر ہو رہی ہیں اور 1999 اور 2012ء کے درمیان پرائمری سکول کی خواتین اساتذہ کی فیصد میں 10 سے 31 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔

غیر ریاستی فراہم کنندگان کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ اساتذہ کی بھرتی میں ایک نمایاں بین الاقوامی رجحان رہا ہے۔ غیر رسمی سکول کی تعلیم اور نجی فراہمی میں ترقی سے کم آمدنی والے ممالک جہاں خواتین کی نقل و حرکت میں کئی رکاوٹیں ہوتی ہیں، ان میں خواتین کی بھرتی میں اضافہ ہوا ہے، اس سے خصوصاً دیہی علاقوں میں استاد بننے کے لیے خواتین کے لیے متبادل طریقے پیدا ہوئے ہیں۔ افغانستان میں غیر سرکاری تنظیم BRAC نے زیادہ تر مقامی شادی شدہ خواتین بھرتی کیں اور انھیں ابتدائی پرائمری گریڈ کو تعلیم دینے کے لیے تربیت دی (انور اور اسلام 2013ء)۔ پاکستان میں، کم فیس لینے والے نجی پرائمری سکولز مقامی نوجوان، غیر تربیت یافتہ، غیر شادی شدہ خواتین کو ملازمت دیتے ہیں (اندرابی ایٹ ایل 2008ء)۔

تعلیم کی سطح بلند ہونے کے ساتھ ہی تدریسی عملہ میں خواتین کی نمائندگی کم ہو جاتی ہے

تعلیم کی تمام سطحوں میں بہتر خواتین اساتذہ بھرتی کر کے اور انھیں برقرار رکھ کر تدریسی شعبے میں صنفی مساوات کو یقینی بنانا چاہیے۔ ایسا کرنے کے لیے پالیسی سازوں کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ معاشرے کے مختلف شعبوں سے بھرتی کی حوصلہ افزائی کریں، دیہی اور شہری علاقوں میں منصفانہ طور پر اساتذہ تعیناتیں، مناسب تنخواہوں کی صورت میں مراعات فراہم کریں اور صنفی تعصب سے پاک ملازمت کے مواقع فراہم کریں۔

OECD ممالک میں اوسطاً ایک تہائی اساتذہ خواتین ہیں لیکن تعلیم کی سطح میں اضافہ ہونے کی ساتھ یہ تناسب کم ہو جاتا ہے جو قبل از پرائمری سطح پر 97 فیصد سے پرائمری سطح پر 82 فیصد، ابتدائی ثانوی تعلیم پر 68 فیصد اور بالائی ثانوی سطح پر 56 فیصد کے لحاظ سے بتدریج کم ہو جاتا ہے۔ (OECD,2013 al)

گھانا میں، پرائمری سطح پر صنفی برابری حاصل ہونے کے باوجود ثانوی داخلوں میں صنفی خلا موجود ہے، 2013ء میں ثانوی تدریسی عملے میں خواتین کا حصہ ایک چوتھائی سے کم ہے۔ وسطی عوامی افریقہ، چاڈ، گیونیا اور مالی میں جہاں تعلیم میں شدید عدم برابری پائی جاتی ہے وہاں 2012ء میں ثانوی اساتذہ میں خواتین 12 فیصد سے کم تھیں۔

تدریسی عملہ میں صنفی عدم مساوات کا تعلق صنفی مساوات کے مسائل سے ہے۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں پرائمری اور نچلی پرائمری سطح پر خواتین اساتذہ کی اہمیت کو صنف سے متعلق فرضی نظریات سے منسلک کیا جا سکتا ہے جو چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کو خواتین کی کام کے طور پر دیکھتی ہے۔ بہت سے ممالک میں اس امر کی ترجمانی کم تنخواہ اور کم پیشہ ورانہ اہمیت اور عزت کے طور پر ہوتی ہے۔ اُردن جہاں خواتین نجی سکولوں میں افرادی قوت کا 88 فیصد ہیں۔ اس کی ایک اسٹڈی سے معلوم ہوا کہ نجی سکولوں میں ملازمت کرنے والی خواتین نے اپنے ہم پیشہ مردوں کی نسبت 42 فیصد کم کمایا۔ (ILO, 2013b)

تدریس کا مقام بہتر بنانا، بہتر ترغیب اور ملازمت کی تسکین سے مربوط ہے۔ جس سے استاد کی برقراری اور کارکردگی کے ساتھ ساتھ طالب علم کی تعلیم بھی بہتر ہوتی ہے۔ جب تعلیم کی کسی بھی سطح پر تدریسی شعبے کا مقام کم پست ہو تو یہ بھرتی اور برقراری میں مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ قبل از پرائمری سطح پر عملے کی مجموعی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اساتذہ کے حالات زندگی خراب ہوتے ہیں، بہتر قابل اساتذہ بھرتی کرنا مشکل ہوتا ہے اور اکثر غیر تربیت یافتہ عملہ ملازمت پر رکھ لیا جاتا ہے اس طرح قبل از پرائمری تدریس کا مقام مسلسل کم ہوتا جاتا ہے۔ (ماتھر ایٹ ایل 2014ء)۔

خواتین کے خواندگی کے پروگرامز پر تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ نوجوان اساتذہ کی خواندگی کا مقام بھی پست ہے۔ اسی طرح خواندگی کے پروگرامز میں بھرتی اور تربیت کا انتہائی کمزور پہلو نمایاں ہے۔ اساتذہ میں خواتین کی اکثریت ہے انھیں اپنی ملازمت کو بہتر بنانے کے مواقعوں کی کمی کا سامنا ہے کیونکہ زیادہ تر پروگرامز مختصر مدت کی بنیاد پر چلائے جاتے ہیں جس سے ان کی پست مقام میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ (روبنسن ۔ پینٹ 2014)۔ کئی نظام جیسے Brasil Alfa Betizado پروگرام یا گھانا میں قومی خواندگی پروگرام رضا کاروں پر انحصار کرتے ہیں۔

اگر تعلیمی نظام بشمول سکول کے انتظام و انصرام اور قیادت میں صنفی عدم مساوات کا تصفیہ نہ کیا جائے تو تعلیم کے ذریعے صنفی مساوات حاصل نہیں ہو پائے گی۔ غریب اور امیر ممالک میں جہاں سینئر انتظامیہ میں خواتین کو بہت کم نمائندگی حاصل ہے وہاں سکول کے انتظام و انصرام کے ڈھانچے میں صنفی امتیاز وسیع پیمانے پر واضح دکھائی دیتا ہے۔ سکول بورڈ اور وزارت تعلیم میں ابھی تک خواتین کی نمائندگی بہت کم ہے، 2014 میں خواتین کے پاس صرف 69 تعلیمی وزارتی عہدے تھے۔ (UN خواتین 2014)۔

حتیٰ کہ ایسے تناظر جہاں خواتین اساتذہ کی اکثریت ہے، وہاں بھی سربراہی عہدوں پر خواتین نسبتاً مردوں سے بہت کم ہیں۔ OECD ممالک میں مردوں کا ریگولر اساتذہ کی نسبت پرنسپل بننے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ پرتگال اور عوامی کوریا میں نچلے ثانوی اساتذہ میں مرد ایک تہائی سے کم ہیں۔ مرد سکول پرنسپل ابھی تک بالترتیب 61 فیصد اور 87 فیصد ہیں۔ (2014-OECD)۔ SACMEQ III پراجیکٹ میں 12 ممالک کے سروے کے ڈیٹا میں انتظامی عہدوں پر مرد اساتذہ کو فروغ دینے کی حمایت میں وسیع تعصب دیکھا گیا جبکہ کل پرائمری اساتذہ میں خواتین نصف تھیں اور سکول پرنسپل میں خواتین 20 فیصد سے بھی کم ہیں۔ (یونیسکو-IIEP- 2011) ۔

صنفی احساس کے حامل کلاس روم کے طریقۂ کار کو فروغ دینا چاہیے

صنفی احساس کے حامل کلاس روم کے طریقۂ کار کو فروغ دینا صنفی مساوات حاصل کرنے کے لیے ایک انتہائی اہم لائحہ عمل ہے۔ شمولیت اور صنفی احساس کا حامل فن تدریس اور کلاس روم کا انتظام و انصرام سے متعلق استاد کی تعلیم استاد کا تعصب کم کر سکتی ہے اور زیادہ معاون سکول کا ماحول پیدا کر سکتی ہے۔ پری سکول کے تعلیمی نظام کی تمام سطحوں پر اساتذہ صنفی کرداروں کے متعلق لوگوں کی سوجھ بوجھ تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، استاد کے رویے، طریقۂ کار اور سکول میں لڑکے اور لڑکیوں سے مختلف توقعات صنف سے متعلق فرضی کہانیاں تخلیق کر سکتی ہیں اور لڑکے اور لڑکیوں کی تحریک، شرکت اور تعلیمی نتائج پر اثر ڈال سکتی ہیں۔ وہ اساتذہ جو صنفی پہلوؤں کو سمجھتے ہیں، صنفی امتیاز اور تشدد کو چیلنج کر سکتے ہیں، اس لیے سکول بچوں کے لیے محفوظ اور زیادہ موزوں جگہ ہوتی ہے۔

کافی چھوٹی عمر میں بچے سرگرم طور پر اپنے روزمرہ امور میں صنفی پیغامات شامل کر لیتے ہیں اور اس امر سے سوجھ بوجھ پیدا کرتے ہیں کہ معاشرے میں اس کا لڑکے اور لڑکیوں کے لیے کیا مطلب ہے (Kelleher, 2011)۔ کئی ماحول میں کلاس روم کے جائزے ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں جنس کے اساتذہ لڑکوں سے زیادہ باہمی تعامل کرتے ہیں اور ان سے زیادہ سوالات کے جوابات پوچھتے ہیں (جونگ اور چھونگ 2006ء)؛ (Hepworth, 20130) دیگر ماحول میں اساتذہ لڑکوں کو زیادہ سخت سزائیں دیتے ہیں، وہ لڑکوں کو زیادہ مضبوط اور غیر مہذب سمجھتے ہیں۔ منگولیا میں ایک حالیہ اسٹڈی کے مطابق سکولوں میں لڑکوں پر زیادہ تشدد کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے معاشی دباؤ کے تحت پس ماندہ لڑکوں میں سکول چھوڑنے کی شرح بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (ہپ ورتھ 2013)۔

صنفی احساس کی حامل تربیت جو تدریس میں تنوع اور جائزے کے انداز بہتر بنانے اور طلباء میں مثبت رویے اور طرز عمل کو فروغ دینے کے لیے اساتذہ کو لیس کرتی ہے، اس امر کو یقینی بنا سکتی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں کلاس میں مساوی طور پر حصہ لیں (پوسٹلز 2013ء)۔ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ صنف پر مبنی تدریسی طریقۂ کار لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم بہتر بنا سکتے ہیں (جہا ایٹ ایل 2012، اولو یٹو ایٹ ایل 2012ء)۔

2000ء سے قبل کلاس روم کے طریقۂ کار سے متعلق تعلیمی اصلاحات کا مقصد طالب علم کی کارکردگی پر توجہ دینا تھا۔ حتیٰ کہ بیلجیم، فرانس اور سویٹزر لینڈ جیسے ممالک جنھوں نے زیادہ وسیع پیمانے پر صنفی عدم مساوات کا تصفیہ کرنے کے لیے کوششیں کیں، ان میں بھی صنفی احساس کی حامل تربیت پر کم توجہ دی گئی۔ (بادینو 2007)۔ تبدیلی کی رفتار سست رہی۔ 2010 کے جائزے سے معلوم ہوا کہ کلاس کے انتظام و انصرام کے ٹول کے طور پر صنفی احساس کی حامل تدریس پر تقریباً ایک تہائی یورپی ممالک میں عمل درآمد کیا گیا تھا (یوریڈائس 2010)۔ 40 ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی پالیسی کے علیحدہ جائزے نے ظاہر کیا کہ استاد کی تعلیم میں صنفی تربیت شامل کرنے کے لیے پالیسیاں کمیابی کا شکار رہیں (ہنٹ 2013)۔

ترقی پذیر ممالک میں صنفی احساس کی حامل تربیت کے لیے زیادہ تر فنڈنگ امدادی پروگراموں یا شعبے کی وسیع اصلاح کے حصے کے طور پر ڈونرز یا بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں نے دی۔ مثلاً صنف پر مبنی فن تدریس کا ماڈل تربیت بہتر بنانے کا ماڈل ہے جیسے افریقی خواتین ماہرین تعلیم (FAWI) نے تشکیل دیا جو 2005ء تک 6600 اساتذہ تک جا پہنچا۔ انڈونیشیا میں USAID کی جانب سے معاونت کردہ غیر مرتکز بنیادی تعلیمی اصلاحات کے تحت صنفی احساس کی حامل تربیت کو ایک حکمت عملی کے طور پر متعارف کروایا گیا تاکہ تعلیم کا معیار بہتر بنایا جائے (USAID 2008)۔ تعلیم کی دولت مشترکہ UNICEF کے شراکت سے بوسٹوانا، لیسو، ملاوی، نائجیریا، روانڈا، جنوبی افریقہ، سری لنکا، سوازی لینڈ، ٹرنیداد اور تمباگو اور زمبیا میں قبل از سروس اور حاضر سروس اساتذہ کی تعلیم میں صنفی احساس کے حامل بچوں کے دوست سکول کی تعلیم کے طریقۂ کار کو مرکزی دھارے میں لانے کی معاونت کرتی ہے (عمر ایٹ ایل 2012)۔

کچھ حکومتوں نے اساتذہ کی رسمی تعلیم کی پالیسی اور پروگراموں میں صنف سے متعلق تربیت شامل کرنے کے لیے کوششیں کیں ہیں۔ بنگلہ دیش میں اساتذہ کے لیے 12 ماہ کے تعلیمی کورس کے سرٹیفکیٹ میں صنفی مسائل پر ایک یونٹ شامل ہے جو اساتذہ کو اپنا طریقۂ کار تلاش کرنے اور زیادہ جامع طریقۂ کار تشکیل دینے کے لیے معلومات فراہم کرتا ہے۔ (ہجنسن اور ماتھیوس 2008ء)۔ تعلیمی شعبے کی معاونت کے پروگرام 2000-2005 میں صنفی احساس کی حامل اساتذہ کی تربیت کے لیے جامع حکمت عملیاں شامل تھیں (حکومت کینیا 2008)۔ میکسیکو کا 2013-2018 کا قومی تعلیمی منصوبہ اساتذہ کی تعلیم کے صنفی احساس کے حامل طریقۂ کار کو فروغ دیتا ہے (حکومت میکسیکو 2007ء)۔ حاضر سروس پروگرامز صنفی احساس کے حامل کلاس روم کے طریقۂ کار کی مدد کر سکتے ہیں لیکن یہ اختیاری نوعیت کے حامل ہیں۔ پاپوا نیو گیونیا 2009-2014ء صنفی برابری کی حکمت عملی پر مبنی منصوبہ صنفی مساوات کا تقاضا کرتا ہے تاکہ تمام قبل از سروس اور حاضر سروس اساتذہ کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ (پاپوا نیو گیونیا محکمہ تعلیم 2009ء)۔

تاہم جہاں ان حکمت عملیوں پر عمل درآمد کیا جاتا ہے وہاں شفافیت کی کمی، نامناسب وسائل اور کمزور عمل درآمد، نگرانی اور جانچ پڑتال سے اکثر ان کی اثر پذیری محدود ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں، اساتذہ اور اساتذہ کے تربیت کنندگان نے صنفی مسائل پر کس حد تک تربیت حاصل کی ہے اور طالب علموں نے کس رد عمل کا اظہار کیا ہے، اس سے متعلق ابھی بھی معلومات کی کمی ہے۔

تدریسی اور تعلیمی مواد کے ذریعے صنفی مساوات کو فروغ دیا جاسکتا ہے

ڈاکار لائحہ عمل نے تدریسی مندرجات اور مواد کی ضرورت واضح کی تا کہ صنفوں کے درمیان مساوات اور عزت و احترام کی حوصلہ افزائی کی جائے اور مدد کی جائے۔ 2010 میں UNGEI نے سکول کی تدریس اور تعلیمی مواد میں صنفی تعصب ختم کرنے کی اہمیت پر زور دیا اور پالیسی کے مسئلے پر وسیع توجہ کا مطالبہ کیا (UNGEI)۔

تعلیم کی تمام سطحوں پر سکولوں میں صنف پر مبنی تدریس کی رہنمائی نہ صرف فن تدریس کے طریقہ کار بلکہ نصابی مندرجات، درسی کتب اور دیگر تعلیمی مواد کے ذریعے بھی کی جاتی ہے جو سماجی امور کے لیے ایک ذریعے کے طور پر کام کرتی ہے۔ (بریگی لیس اور کرومر 2009ء) سکولز منصفانہ صنفی تعلقات اور مرد اور خواتین کرداروں کے لیے مختلف امکانات کو فروغ دینے کے مؤثر ابتدائی نقاط ہو سکتے ہیں۔ نصاب صنف سے متعلق فرضی کہانیوں سے متعلق سوالات پوچھنے میں بچوں کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے اور منصفانہ رویوں کو فروغ دے سکتا ہے۔ اس کے برعکس درسی کتب اور دیگر نصابی مواد میں دیئے گئے امتیازی صنفی رسم و رواج بچوں کی عزت نفس کو نقصان پہنچا سکتا ہے، ان کی شمولیت کم کر سکتا ہے اور ان کی توقعات بھی محدود کر سکتا ہے۔ (اسپلین 2009)۔

صنفی احساس کا حامل نصاب تشکیل دینا چاہیے

صنفی احساس کا حامل نصاب شمولیت کے مسائل کا اعتراف کرتا ہے اور ان کا تصفیہ کرتا ہے، صنف کی منصفانہ تعلیم کو فروغ دیتا ہے اور صنف سے متعلق روایتی فرضی کہانیوں کو چیلنج کرنے کے لیے لڑکیوں اور لڑکوں کی مدد کرتا ہے۔ نصاب کے صنفی جائزوں نے آگاہی میں اضافہ کرنے کی حمایت کی ہے۔ متحدہ عوامی تنزانیہ میں صنف سے متعلق موضوعات سے تعلق رکھنے والے قومی ثانوی سکولوں کے نصاب پر 2010ء میں نظر ثانی کی گئی۔ شہریت (سوکس) میں تقریباً فارم 2 کے 25 فیصد اسباق صنف کے لیے وقف کیے گئے ہیں، فارم 4 میں ثقافت کے مطالعے میں صنف شامل ہیں اور شہریت کے 2010 کے امتحانات میں صنفی عدم مساوات سے متعلق سوالات شامل تھے (مسک 2013ء)۔

صنف پر مبنی نصاب جو قابل انتقال مہارتیں پیدا کرتا ہے، اس میں تعلیم کی مدد کرنے اور صنفی تعلقات فروغ دینے کی استعداد ہوتی ہے۔ ممبئی ہندوستان میں سکولوں میں صنفی مساوات کی تحریک کے ایک پراجیکٹ نے 6 اور 7 درجے کے بچوں کے لیے اضافی نصاب بشمول صنفی کرداروں، تشدد اور جنسی اور تولیدی صحت سے متعلق مندرجات تشکیل دیئے۔ گریجویٹس نے بہتر رویوں اور صنفی آگاہی کے ساتھ مسائل حل کرنے کی زیادہ مہارتیں اور خود اعتمادی دکھائی (اچوٹ ایٹ ایل 2011ء)۔ ہونڈرس میں دیہی لڑکیوں اور مقامی لوگوں کے لیے ثانوی سکول کا پروگرام Sistema de Aprendizaje Tutorial کے لیے ایک بین الانضباطی نصاب بنایا گیا جس میں مقامی باشندے شامل ہیں۔ یہ طلبا پر مبنی اور تحقیق پر مشتمل تعلیم ہے جو مکالمے پر زور دیتی ہے۔ اس کے مندرجات غالب طاقتور ڈھانچے پر سوالات اٹھاتے ہیں اور صنف سے متعلق فرضی کہانیوں کو چیلنج کرتے ہیں (مسک 2013ء)۔

جامع جنسی تعلیم بشمول ایچ آئی وی (HIV) اور ایڈز (AIDs) ضروری ہے

2000 میں ڈاکار کے وقت، ایڈز ایک شدید اور بڑھتا ہوا خطرہ تھا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے خصوصی سیشن (UNGASS) نے ایچ آئی وی/ایڈز سے متعلق عزم وعہد کے اعلامیہ کی منظوری دی اور سکولوں میں ایچ آئی وی کی تعلیم پر مبنی زندگی کی مہارتوں کی نگرانی کرنے کے لیے بنیادی اشارات (اشارہ II) قائم کیے (UNESCO 2014)۔ گھریلو سروے کے ڈیٹا کا تقابل کر کے سب صحارا افریقہ میں 17 ممالک میں پیش رفت کا جائزہ لیا گیا جس میں نوجوان لوگوں سے ایچ آئی وی اور ایڈز سے متعلق معلومات کے بارے میں سوالات پوچھے گئے جو یہ بتاتا ہے کہ 9 ممالک میں نوجوان مردوں کے علم میں بہتری آئی جبکہ 13 ممالک میں نوجوان خواتین کا علم بہتر ہوا۔ تاہم انسانی حقوق اور سکولوں میں صنفی مساوات سے نامناسب سلوک کی ایچ آئی وی کے حوالے سے تعلیمی ردعمل میں ایک مسئلے کے طور پر نشاندہی کی گئی۔ (تعلیم کی USAID بین الایجنسی ٹاسک ٹیم)۔

ڈاکار کے بعد کئی سالوں تک جامع جنسی تعلیم نے ایچ آئی وی کی روک تھام کے پلیٹ فارم کے طور پر عام حمایت حاصل کی اور بنیادی انسانی حقوق کے طور پر یہ تعلیم حاصل کرنے پر توجہ دینے کے لیے بین الاقوامی دباؤ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ (یونیسکو۔ 2014a)۔ جامع جنسی تعلیم نوجوان لوگوں کو بااختیار بناتی ہے تا کہ وہ اپنی جنس اور اپنی جنسی اور تولیدی صحت سے متعلق بہتر فیصلے کر سکیں۔ یہ نوجوان لوگوں میں وسیع حساسیت اور مساوات کو فروغ دینے کے لیے نصاب کا اہم شعبہ ہے۔ جنس سے جڑے خطرات کی بجائے صحت مند جنسیت پر اس کا حالیہ زور ابتدائی اخلاق آموز طریقہ کار کا ارتقاء ہے جو خوف پر مبنی تھا اور طلباء کو معلومات دیر میں سمجھنے والا سمجھتا تھا (UNESCO 2014b)۔

تاہم ابھی تک کئی سکول کے تعلیمی پروگرام ایسی جنسی تعلیم دیتے ہیں جو جنسی اور تولیدی صحت سے جڑے صنفی محرکات سے نمٹنے میں ناکام ہو جاتے ہیں (سٹروم کویسٹ 2007ء یونیسف 2013)۔ مغربی اور جنوبی افریقہ میں 10 ممالک میں جنسی تعلیمی نصاب کے ایک جائزے سے ظاہر ہوا کہ 2 کے سوا تمام ممالک میں صنف سے متعلق موضوعات میں وسیع خلا موجود تھا۔

کئی نصاب میں صنف پر مبنی تشدد کے بحث ومباحثے کو نظر انداز کر دیا گیا اور صنف سے متعلق مجموعی نقطہ نظر کمزور اور بعض اوقات متضاد سمجھا گیا۔ (UNICEF 2003 C)۔ اس کے برعکس سویڈن میں کافی دیر سے تسلیم شدہ نصاب پڑھایا جاتا ہے جو نفسیاتی، اخلاقی اور سماجی پہلوؤں اور ذاتی تعلقات کے تناظر میں جنس کی تعلیم دیتا ہے اور لڑکوں اور لڑکیوں کی جانب سے جنسی فیصلہ سازی کے مساوی تبادلے کی حمایت کرتا ہے۔ (سٹروم کوسٹ 2007ء)۔

درسی کتب میں صنفی تعصب ختم کرنا ایک مسئلہ ہے

سکول کی درسی کتب میں صنفی تعصب کا مسئلہ کافی پرانا ہے۔ ماقبل نظر ثانی کے باوجود پوری دُنیا میں تقریباً 2000 درسی کتب میں صنفی تعصب کی مختلف اشکال دکھائی جاتی رہی ہیں، خواتین کی نمائندگی کم یا غیر حاضر رہی ہے اور پیشہ ورانہ اور گھریلو دونوں شعبوں میں مردوں اور خواتین کی تصویر کشی کا انحصار صنف سے متعلق روایتی فرضی کہانیوں پر رہا (بلم برگ 2007ء)۔ سپین کی

زبان اور ادب کی درسی کتب میں مردوں کی نسبت نصف خواتین تصاویر میں دکھائی گئی ہیں (گونزیلز اور اینڈینڈو 2004ء)۔ 2000 میں چین میں استعمال کردہ سماجی علوم کے متن میں تمام سائنسدانوں کو مرد دیکھا گیا۔ (وائی 2002ء)۔

EFA تحریک نے تعلیم میں صنفی تعصب کا تصفیہ کرنے کے لیے ڈونرز اور حکومتوں کی خاطر نئے محرک فراہم کیے۔ صنفی برابری اور مساوات بہتر بنانے کے لیے پاکستان کے 2001-2015 کے EFA منصوبہ عمل میں تین حکمت عملیوں میں سے ایک حکمت عملی نصاب اور درسی کتب کو صنفی تعصب سے پاک کرنے کا تقاضا ہے (مرزا 2004ء)۔ بین الاقوامی اداروں نے کم آمدنی والے ممالک میں درسی کتب میں صنفی تعصب سے نمٹنے کے لیے پالیسیوں اور اقدامات کو فروغ دیا ہے۔ 1998ء اور 2005ء کے درمیان عالمی بینک نے تعلیمی وسائل بہتر بنانے اور صنفی تعصب ختم کرنے کے لیے اپنے اخراجات کا مرکز لڑکیوں کی تعلیم کے اقدامات کو بنالیا ہے۔ یہ بنگلہ دیش، چاڈ، گھانا، گیوینا اور نیپال میں کئی اہم اقدامات کا واضح جزو تھا۔ جس کا مقصد نصاب اور / یا درسی کتب سے صنفی تعصب ختم کرنا تھا (بلوم برگ 2007ء) یونیسکو نے اردن (الیان اور الخلدی 2010ء) اور پاکستان (مرزا 2004ء) میں درسی کتب کے صنفی آڈٹ کے لیے فنڈنگ کی۔ چین میں فورڈ فاؤنڈیشن نے درسی کتب میں صنفی تعصب کی تفتیش کرنے کے لیے فنڈنگ کی اور تعلیمی منصوبوں، سرگرمیوں اور حوالہ جاتی مواد کی تیاری کے لیے فنڈنگ کی تاکہ صنفی مساوات کی فروغ دیا جائے۔ (بلوم برگ 2007ء)۔

تاہم حالیہ اسٹڈیز ظاہر کرتی ہیں کہ درسی کتب میں وسیع صنفی توازن فراہم کرنے کی کوششوں کے باوجود کئی ممالک میں تعصب موجود ہے ان میں جارجیا، اسلامی جمہوریہ ایران، نائجیریا اور پاکستان (ایساٹورین ایٹ ایل 2011 فوروٹان 2012ء موس ٹفا 2012ء شاہ 2012) اور کچھ زیادہ آمدنی والے ممالک جیسے آسٹریلیا شامل ہیں (لی اور کولنز 2012ء)۔ وسیع تر معاشرے میں سیاسی عزم اور مدد کی کمی تعلیمی وسائل میں صنفی تعصب ختم کرنے کے لیے پالیسی کی اصلاح کی پیش رفت محدود کرتی ہے۔ کچھ مثالوں میں، عالمی سطح کی پالیسی سفارشات مناسب قومی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہی ہیں جس کے نتیجے میں پیش رفت سست رہی۔ پاکستان میں نصابی اصلاحات اور درسی کتب کی تیاری کے ذمہ دار اداروں میں مزاحمت درسی کتب کو دی گئی کم سیاسی ترجیح کا باعث بنی ہے اور کم عوامی حمایت نے اسے زیادہ تقویت بخشی ہے (بلوم برگ 2015)۔ ایک اور مسئلہ جس کا پتہ جارجیا میں لگا یہ ہے کہ درسی کتب کی تیاری میں رہنما اصول فراہم کرنے اور استعمال کیے جانے والی درسی کتب کی منظوری دینے کے ذمہ دار اہم پیشہ ور افراد میں صنفی حساسیت سے متعلق علم کی کمی ہے (ایساٹورین ایٹ ایل 2012، بلوم برگ 2007)۔

براہ راست نوجوان لوگوں کے ساتھ کام کرنے والے پروگرامز نے صنفی رسم ورواج اور سماجی امور کو چیلنج کرنے میں مثبت اثرات ظاہر کیے ہیں۔ صرف لڑکیوں کے کلب اور لڑکوں کے ساتھ کام کرنے والے ایسے کلب محفوظ جگہ فراہم کرسکتے ہیں جہاں صنفی مسائل بشمول جنسی اور تولیدی صحت، بچوں کی شادی، جلد حمل، صنف پر مبنی تشدد اور انسانی حقوق پر بحث کی جاسکتی ہے۔ تحقیق تجویز کرتی ہے کہ ایسے کلبز میں باقاعدہ حاضری لڑکیوں میں زیادہ بااختیار ہونے کا احساس پیدا کرنے میں مدد دے سکتی ہے اور عدم مساوات اور صنفی امتیاز کو چیلنج کرنے میں لڑکیوں کو زیادہ پر اعتماد اور مضبوط بنانے کی حوصلہ افزائی کرسکتی ہے (لیچ ایٹ ایل 2012)۔

پاکستان کی درسی کتب میں صنفی تعصب پایا جاتا ہے۔

رکنیت کے منصفانہ معیار کے حامل منظّم کلب جنھیں بہتر تربیت یافتہ اساتذہ چلاتے ہیں اور سکول کی وسیع ثقافت اور مقامی تناظر میں کام کرنے کی وسیع استعداد رکھتے ہیں۔ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ سکول سے باہر کی رسمی اور غیر رسمی سرگرمیاں جیسے ڈرامے، بحث ومباحثے اور ورکشاپس لڑکیوں کی تعلیم پر مثبت اثر ڈال سکتی ہیں اگر انھیں سکول کے رسمی تجربات کے ساتھ جوڑا جائے۔ (انٹر بالٹر، ایٹ ایل 2014)۔ لڑکیوں کے کلب سے متعلق تربیت، صنفی حساسیت اور سکول کے عملے کے لیے انتظام وانصرام کی ورکشاپس کے ساتھ ساتھ ایڈووکیسی اور کمیونٹی تک رسائی کے کام میں مشغول ہونے کے لیے کلب اراکین کے لیے مواقع کے مثبت اثر کا ثبوت بھی موجود ہے (پارکس اور ہسلوپ 2013)۔

ایکشن ایڈ کے سکول میں لڑکیوں کے خلاف تشدد روکنے کے پراجیکٹ سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے کلب کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی کرنے اور تشدد سے نمٹنے میں لڑکیوں کے علم، رویوں اور اعمال پر مثبت اثر ہوا۔ ان کلبوں (Clubs) نے لڑکوں، لڑکیوں، اساتذہ، والدین اور کمیونٹی کے دیگر اراکین کے درمیان تعلقات بہتر بنانے اور اس امر کو یقینی بنانے کہ صنف سے متعلق امتیاز اور تشدد کے واقعات رپورٹ کرنے کے لیے چینلز اپنا کام کریں، کمیونٹیوں اور سکولوں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ (Parkes and Heslop, 2013)

گواتی مالا میں مقامی لڑکیوں کا Abriendo Oportunidades پراجیکٹ کمیونٹی رہنماؤں کے ساتھ مصروف عمل ہے اور لڑکوں کی تربیت کرتا ہے تاکہ کمیونٹی میں لڑکیوں کے کلبز چلائیں جائیں جو 8 سے 18 سال کی لڑکیوں کو زندگی کی مہارتیں اور قیادت کی تربیت فراہم کرتے ہیں۔ 2011ء تک مثبت نتائج کے ساتھ پراجیکٹ میں لڑکیوں کی تعداد 3500 تک جا پہنچی۔ 2010ء کے جائزے میں معلوم ہوا کہ تمام شرکاء نے قومی طور پر اپنے ہم جماعتوں کے 82 فیصد سے کم کے مقابلے میں چھٹا گریڈ مکمل کرلیا اور شرکت نہ کرنے والے 78 فیصد کے مقابلے میں پروگرام کے دوران 97 فیصد بچے نہ آئے۔ (Catino etal,2013)۔

سکول میں تشدد سے ایڈووکیسی اور پالیسی اصلاحات کے ذریعے نمٹا جاسکتا ہے

مہمات، رپورٹس، ایڈووکیسی اور آگاہی میں اضافہ اور محفوظ تعلیم کے لیے بچوں کے حقوق کے بہتر علم کے فروغ کے ذریعے سکول میں تشدد روکنے کی کوششوں میں ہم خیال بنا کر مدد کرسکتے ہیں۔

بچوں کے خلاف تشدد پر 2006ء کی اقوام متحدہ کی رپورٹ نے عالمی مسئلے کے طور پر سکول میں بچوں کے خلاف تشدد کو دستاویزی شکل دی (پن ہیرو 2006ء)۔ اس کی اشاعت کے بعد سکول کی سطح پر تشدد کا تصفیہ کرنے کے لیے عالمی اور علاقائی اقدامات میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ دیگر قابل ذکر اعلیٰ معیاری مہمات میں 2011ء میں شروع کیا گیا بچوں کے خلاف تمام جسمانی سزا کے خاتمے کا عالمی اقدام، 2011ء میں شروع کی گئی بین الاقوامی منصوبے کی ''بغیر خوف کے سیکھو' مہم، جنسی استحصال اور زیادتی کے خلاف بچوں کی حفاظت کرنے کے لیے 2010ء میں شروع کی گئی کونسل آف یورپ کی پانچ میں سے ایک مہم شامل ہیں۔ برازیل میں ''مت مارو'' تعلیمی مہم کمیونٹی کی آگاہی میں اضافہ کرنے کے لیے بحث ومباحثے کے گروپس، موسیقی اور تھیٹر کا استعمال کرتی ہے۔ 2014ء میں برازیل تمام اقسام کی جسمانی سزاؤں پر پابندی لگانے والا 38 واں ملک بن گیا (انسٹیٹیوٹ پرمنڈو 2015)۔

اس خلاصے میں پہلے بیان کردہ سکول سے متعلق صنفی تشدد کا تصفیہ کرنے کی کوششوں میں زیادہ عام مہمات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سب صحارا افریقہ میں کچھ ممالک نے صنف پر مبنی تشدد خصوصاً جنسی تشدد سے نمٹنے کے لیے پالیسی ڈویلپمنٹ پر عمل کیا ہے۔ تصادم کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والے ایک ملک لائبیریا نے سکولوں میں تربیت یافتہ اساتذہ کی جانب سے استعمال کے لیے صنفی تشدد پر مبنی نصاب کی تیاری کے لیے وکالت کی ہے۔ (انٹونووکسز 2010)۔ جنوبی افریقہ میں مضبوط قانونی اور پالیسی لائحہ عمل اور جنسی ہراسانی اور زیادتی روکنے سے متعلق سکول کے لیے بنائے گئے رہنما اصولوں کے ذریعے صنف پر مبنی تشدد کا تصفیہ کرنے کی حکمت عملیوں کی معاونت کی جاتی ہے (پارکسی 2015)۔

سب صحارا افریقہ کے کئی دیگر ممالک میں بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں نے حکومت کے ساتھ مل کر کام کیا ہے تاکہ سکولوں میں صنف پر مبنی تشدد سے نمٹنے کے لیے قانون سازی اور رہنما اصول مستحکم کیے جائیں (پارکس 2015)۔ کینیا کی حکومت اور مدد کے اقدام نے ایک بل کا مسودہ تیار کرنے کے لیے اساتذہ کی یونین کے ساتھ مل کر کام کیا ہے تاکہ جنسی تشدد کے رپورٹنگ کا نظام مستحکم بنایا جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ مجرم اساتذہ کو سکول سے نکال دیا جائے اور دیگر سکولوں میں ان کا تبادلہ نہ کیا جائے۔ (لیچ ایٹ ایل 2014ء)۔ گھانا اور ملاوی میں محفوظ سکولز پراجیکٹ نے اساتذہ کے ضابطہ اخلاق کی نظر ثانی کی حمایت کرنے اور اساتذہ کے غلط رویے سے متعلق قواعد وضوابط کے سخت نفاذ کا مطالبہ کرنے کے لیے قومی ایڈووکیسی نیٹ ورکس استعمال کیے۔ (ڈیوٹیک سسٹم انک 2008)۔

تاہم اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کہ جوابدہی کے اقدامات مؤثر ہیں انھیں حکومتی، ضلعی اور سکول کی سطح پر قانونی اور پالیسی لائحہ عمل کے ذریعے مستحکم بنانا چاہیے، ان کی وسیع پیمانے پر تشہر ہونی چاہیے اور ان کا نفاذ مؤثر قیادت کے ذریعے ہونا چاہیے۔ جنوبی افریقہ میں مضبوط قانونی اور پالیسی لائحہ عمل کے ذریعے سکول سے متعلق صنف پر مبنی تشدد کا تصفیہ کرنے کے لیے حکمت عملیوں کی معاونت کی جاتی ہے۔ ابھی تک سکولز قومی رہنما اصول اپنانے کے قانونی طور پر پابند نہیں ہیں اور سکول کے سربراہان اپنے دوست عملے کے اراکین کے ذریعے طلباء کی زیادتی کی رپورٹ کرنے میں تذبذب کا شکار رہے ہیں (بروک ایٹ ایل 2014)۔ ملک میں ایک حالیہ قومی سروے میں معلوم ہوا کہ 7.6 فیصد نے ثانوی سکول میں شدید حملے یا عصمت دری کا سامنا کیا (برٹن اور لیو شیسٹ 2013)۔

مجموعی طور پر اس بات کا ثبوت کم ہے کہ گزشتہ دہائی میں سکول سے متعلق صنف پر مبنی تشدد کی موجودگی کی زیادہ آگاہی کی وجہ سے رویے تبدیل کرنے اور تشدد کی سطح کم کرنے کے لیے مؤثر اقدام کیا جارہا ہے۔ ضلعی، کمیونٹی اور سکول کی سطح پر سماجی اور صنفی رسم ورواج کی مضبوط بنیاد کی وجہ سے قوانین کا نفاذ اکثر کمزور ہوتا ہے، رپورٹنگ اور حوالہ جاتی نظام کمزور ہے اور پالیسی کا عمل درآمد غیر مستقل ہوتا ہے۔ اس امر کا علم بھی کم ہوتا ہے کہ سکول میں صنف پر مبنی تشدد کم کرنے کے لیے کیا چیز بہتر ہے اور عموماً اقدامات چھوٹے اور مختصر مدت کے پراجیکٹس ہوتے ہیں جنھیں وسعت دینا مشکل ہوتا ہے (پیچ اور ڈیون 2014)۔

تعلیمی نتائج میں مساوات کی معاونت کے لیے موثر اقدامات کیے جاتے ہیں

2000 سے تعلیمی نتائج خصوصاً پڑھنے اور زبان میں لڑکیوں کی کم کامیابی پر تشویش میں اضافہ ہوا ہے۔ OECD کی حالیہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ لڑکے ہر ہفتے سکول کا کام کرنے میں لڑکیوں کی نسبت ایک گھنٹہ کم صرف کرتے ہیں، وہ ممکنہ طور پر خوشی سے نہیں پڑھتے ہیں اور سکول کو وقت ضائع کرنے کی جگہ سمجھتے ہیں (OECD 2015)۔ ابھی اس کا تصفیہ کرنا ہے، چند ممالک جہاں وسیع صنفی خلا موجود ہے، اس کے لیے جامع پالیسی لائحہ عمل بنایا ہے۔ یورپی ممالک اور معیشتیں جیسے بیلجیم آئرلینڈ اور برطانیہ کی فلیمش کمیونٹی نے لڑکوں کی کم کامیابی میں کمی لانے کے لیے اسے پالیسی کی ترجیح بنایا ہے۔ PISA جس نے پڑھنے کی مہارتوں میں وسیع صنفی خلا دکھایا ہے اور اسے کئی ممالک میں میڈیا کی بھرپور توجہ حاصل ہوئی ہے اور قومی اور بین الاقوامی جائزوں کی ٹیسٹ کے نتائج حکومت کے لیے تشویش کا محرک بنے ہیں۔ 2000 میں PISA کی تحقیق اس وقت حیرانگی کا باعث بنی جب ممالک اپنے طلباء کے نسبتاً کم سکور پر حیران رہ گئے۔ یہ آسٹریا میں اقدامات کو مرکزی دھارے میں لانے کا باعث بنا جو پڑھائی اور لڑکوں کی کامیابی کو فروغ دیتا ہے۔ (یوریڈائیس OECD,2012b, 2010)۔ انگلستان میں پراجیکٹس کے ایک سلسلے نے سکولوں میں صنف سے متعلق کارکردگی کو ہدف بنایا (باتھو 2009، یوریڈائیس 2010ء قومی خواندگی ٹرسٹ ء)۔

تدریس وتعلیم میں کچھ حکمت عملیوں اور چھوٹے پیمانے کے اقدامات میں لڑکوں کی کم کامیابی کے مسئلے سے نمٹنے کی استعداد ہے۔ ان میں قابل انتقال مہارتوں پر زور اور کلاس روم کا طریقۂ کار شامل ہیں جو موثر تعلیم، انفرادی اصلاح کاری اور ہدف کی تعین اور عزت اور تعاون کو فروغ دینے والے سکول کے اخلاقی عنصر کو فروغ دیتا ہے، (جہا ایٹ ایل 2012ء)۔ سی چیلس میں SACMEQII اور SACMEQIII جائزوں میں پڑھنے کی کارکردگی میں وسیع صنفی اختلافات ہونے کے باعث لڑکوں نے SACMEQIII میں لڑکیوں کی نسبت 48 درجے کم کارکردگی دکھائی۔ (ہنگی 2011) جو نچلے طبقوں سے تعلق رکھنے والوں کو منفی انداز میں نام دینے اور خراب کارکردگی دکھانے کا ایک عمل ہے (لیست ایٹ ایل 2005)۔ طبقوں کے خلاف منفی رویے ختم کرنے کے لیے کوششیں کیں گئیں ہیں جس سے مخلوط صلاحیت اور صنفی توازن والی طلباء کی گروہ بندی سے کچھ ابتدائی کامیابی حاصل ہوئی ہے (ریڈ، 2011)۔ متحدہ امریکہ کی حالیہ اسٹڈی ظاہر کرتی ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو ایسی کلاس رومز میں زیادہ کامیابی حاصل ہوتی ہے جہاں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہو (ڈی پیریٹ اور بچ مین 2013ء)۔

ریاضی اور سائنس میں لڑکیوں کی شرکت اور کارکردگی کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے

تعلیم میں صنفی مساوات کو فروغ دینے اور خواتین کے لیے لیبر مارکیٹس میں مواقع بہتر بنانے کے عالمی ایجنڈے کا مقصد ریاضی اور سائنس میں لڑکیوں کی کامیابی اور شرکت میں اضافہ کرنے پر توجہ دینا ہے۔ بین الاقوامی جائزوں میں ریاضی کی کارکردگی میں وسیع خلا کم ہو رہا ہے اور سائنس میں یہ خلا بڑی حد تک ختم ہو چکا ہے۔ 2000ء سے لڑکیوں کی تحریک اور مضمون کے انتخاب کے مسئلے کا تصفیہ کرنا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ PISA کے 2012ء کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی ریاضی میں اچھی کارکردگی دکھاتی ہیں۔ ان میں ریاضی سیکھنے کی کم تحریک ہوتی ہے اور ان میں اپنی صلاحیت پر کم یقین اور مضمون سے متعلق وسیع الجھن پائی جاتی ہے۔ ان میں ریاضی میں ناکامی کو بیرونی عوامل کی بجائے خود سے منسوب کرنے کا رجحان لڑکوں کی نسبت

زیادہ ہوتا ہے۔(OECD 2013b)۔

یہ مسئلہ چھوٹی عمر سے موجود ثقافتی رسم و رواج اور امتیازی امور سے پیدا ہوتا ہے۔ 10 کم اور درمیانی آمدنی والے ممالک میں ریاضی کے ٹیسٹ کے سکور کے دیہی علاقوں کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ ریاضی کی کارکردگی میں واضح صنفی خلا موجود ہے جس میں لڑکوں کو فوقیت حاصل ہے اور چوتھے اور آٹھویں گریڈ کے طلباء کا موازنہ کرنے پر یہ خلا تقریباً دوگنا ہوگیا۔خراب کارکردگی ریاضی میں ان کی صلاحیتوں کی انفرادی طور پر بیان کردہ توقعات سے منسوب کی گئی، وہ لڑکوں سے زیادہ ناامید تھیں۔صنف سے متعلق فرضی کہانیاں اور معاشرتی توقعات ریاضی میں اپنی صلاحیت پر لڑکیوں کی کم اعتمادی کا باعث بنتی ہے، جوان کے تعلیمی نتائج پر اثرانداز ہوتی ہے(بھاردواج ایٹ ایل2012ء)۔متحدہ امریکہ میں گریڈ 1 تا5 کی لڑکیوں کی ایک اسٹڈی سے معلوم ہوا کہ ریاضی سے متعلق الجھن کم کی جاسکتی ہے اگر خواتین اساتذہ ریاضی کی تدریس میں زیادہ تربیت حاصل کریں اور طلباء کی صلاحیت میں صنفی اختلافات سے متعلق فرضی عقائد کا تصفیہ کریں(اینٹ کول ایٹ ایل2012ء)۔

جنوبی افریقہ میں 2011ء میں شروع کی گئی سائنس اور ریاضی کی قومی حکمت عملی خواتین طلباء پر توجہ دیتے ہوئے ان مضامین میں گریڈ12 کے امتحانات میں شرکت اور کارکردگی بہتر بنانے کے لیے وقف کردی گئی۔لڑکیوں کے لیے مراعات میں ریاضی اور سائنس کی بہتر معیاری تدریس کے لیے وقف کردہ سکولوں تک ترجیحی رسائی شامل تھی۔(محکمہ تعلیم جنوبی افریقہ 2001ء)۔تین سالوں میں سکولوں نے فزکس میں 30 فیصد اور ریاضی میں 22 فیصد کامیابی میں اضافہ ہوا۔

بین الاقوامی ادارے اور غیر ریاستی تنظیموں نے کئی ترقی پذیر ممالک میں ریاضی اور سائنس میں لڑکیوں کی شرکت اور کارکردگی بہتر بنانے کے لیے اقدامات کی حمایت کی ہے۔ نیپال میں UNESCO کی جانب سے معاونت کردہ سائنسی اور تکنیکی وفنی خواندگی کے پروگرام میں صلاحیت سازی کا مقصد آگاہی میں اضافہ کرنا اور ریاضی اور سائنس کی تدریس کے صنف سے متعلق جامع طریقہ کار کو فروغ دینا تھا۔(کویرالا اوراچھاریہ 2005ء)۔وزارت تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت اور آغا خان فاؤنڈیشن کی شراکت سے زنزیبار، متحدہ عوامی تنزانیہ میں یو ایس ایڈ کی جانب سے فنڈ کردہ 2006ء کا لڑکیوں کے سائنس کیمپ جیسے کئی چھوٹے پروگرامز پر بھی عمل درآمد کیا گیا۔ایسے اقدامات کی پیش رفت اور اثرات سے متعلق معلومات بہت کم ہے۔

صنفی تناظر میں پیشہ ورانہ رہنمائی فراہم کرنا سکول کی ثقافت اور اسٹڈی اور پیشے کے آپشن کے حوالے سے طلباء اور ملازمین میں صنف سے متعلق فرضی کہانیوں کو چیلنج کرسکتا ہے۔ثانوی سکول کی سطح پر کام سے متعلق تعلیم کے لیے قوانین بنانا خاص مضامین میں طلبا کی دلچسپی پیدا کرسکتا ہے۔(روضی اور کراؤلے2008ء)۔

سکول نہ جانے والے نوجوان لوگوں کو متبادل تعلیمی مواقعوں تک رسائی حاصل ہونی چاہیے

تمام نوجوان لوگوں کے لیے ثانوی تعلیم بہتر بنانا جلدی شادی اور جلد حمل جیسے مسائل کم کرنے میں مدد کرسکتا ہے اور خاندان، لیبر مارکیٹ اور معاشرے میں وسیع صنفی مساوات حاصل کرنے میں انتہائی اہم ہے(لیوڈ اور یونگ 2009، یونیسکو2012,)۔جیسا کہ 2012 GMR بیان کرتا ہے کہ سکول کی ثانوی تعلیم تک غیر مساوی رسائی کئی نوجوان لوگوں خصوصاً غریب گھرانوں اور ریا محروم کمیونٹیوں کی نوجوان خواتین کو محرومیت کی زندگی گزارنے پر مجبور کرتی ہے۔(یونیسکو 2012)۔

جامع ثانوی تعلیم کی عدم موجودگی میں متبادل تعلیم سکول نہ جانے والے نوجوان لوگوں کی مدد کرسکتی ہے تاکہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔انگولا اور ملاوی میں غیر رسمی دوسرے موقع کے پروگرامز نوجوان ماؤں کو کلاسز میں اپنے بچے اپنے ساتھ لانے کا موقع فراہم کرتے ہیں(جیری 2012ء سیو دی چلڈرن، 2012ء)جمیکا میں جہاں نوجوان حاملہ لڑکیوں کو 2013ء میں قانون سازی میں تبدیلی تک سکول سے نکال دیا جاتا تھا، نوجوان ماؤں کے پروگرامز نے انھیں تعلیم، مشاورت، مہارتوں کی تربیت اور مانع حمل رائے فراہم کی اور دوبارہ رسمی تعلیمی نظام میں واپس لانے میں مدد دی۔(UNFPA 2013b)۔

ہندوستان میں پراتھم اوپن سکول آف ایجوکیشن(POSE) کا مقصد تعلیمی نظام کے مرکزی دھارے سے محروم رہنے والی نوجوان لڑکیوں اور خواتین تک رسائی حاصل کرنا ہے اور اپنی سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے لیے انھیں دوسرا موقع فراہم کرنا ہے۔رہائشی پروگرام کے طور پر 2011 میں بنایا گیا یہ پروگرام 6 ریاستوں تک پھیل چکا ہے اور بنیادی نظریات اور ثانوی سکول کے نصاب میں خلا پر کرنے کے لیے 6 ماہ کا مضبوط بنیادی کورس فراہم کرتا ہے(پراتھم ایجوکیشن فاؤنڈیشن 2015ء)۔

بالائی مصر میں دوسرے موقع کا پروگرام اشرق(طلوع آفتاب) نے لڑکیوں کے لیے موزوں محفوظ جگہوں پر 12 سے 15 سال کی عمر کی لڑکیوں کو خواندگی اور زندگی کی مہارتوں کی تربیت فراہم کی تاکہ انھیں رسمی تعلیمی نظام میں دوبارہ داخل ہونے کے لیے تیار کیا جائے۔2013ء کے ایک جائزے سے معلوم ہوا کہ پروگرامز میں شرکت کرنے والی نوجوان خواتین نے اپنے ساتھیوں کی نسبت زیادہ عزت نفس اور فیصلہ سازی میں اعتماد حاصل کیا جنھوں نے پروگرامز میں شرکت نہیں کی۔انھوں نے خاندان کے مطلوبہ سائز سے متعلق مختلف رویے اپنائے اور کم از کم 18 سال کی عمر تک دیر سے شادی کی خواہش پیدا کی۔پروگرام کا کمیونٹی کی رسائی تک کا کام لڑکیوں کی تعلیم کے لیے والدین کی حمایت حاصل کرنے میں بھی کامیاب رہا(سلیم ایٹ ایل2013ء)۔

صنفی مساوات اور بااختیار بنانے کے لیے ایک بھرپور کوشش

اس رپورٹ کی تفصیل کے مطابق پوری دنیا میں تعلیم میں صنفی برابری اور صنفی مساوات میں 2000ء کے بعد سے پیش رفت ہوئی ہے۔یہ پیش رفت بہتر معیاری تعلیم تک تمام بچوں کے حقوق یقینی بنانے کے لیے بھی اہم ہے جو انھیں ان کی باقی ماندہ زندگی کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرے گی۔سول سوسائٹی کی وسیع حمایت اور ایڈووکیسی اور کمیونٹی کی تحریک کے ذریعے تعلیمی اداروں میں صنف کو مرکزی دھارے میں لانے سے پیش رفت کرنے میں مدد ملی ہے۔وسیع حکومتی پالیسی اور قانون سازی کے ساتھ ساتھ اس امر کو یقینی بنانے کے لیے زیادہ وسائل کی تخصیص کے ذریعے بھی اس پیش رفت میں مدد ملی ہے تاکہ قوانین اور اقدامات پر ضلعی، سکول اور کمیونٹی کی سطح پر عمل درآمد کیا جائے۔

تاہم اس رپورٹ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ تعلیم میں صنفی مساوات میں شدید اور مستقل رکاوٹیں ابھی موجود ہیں۔سکولوں اور کلاس رومز میں صنف پر مبنی تشدد اور امتیاز سکول کی تعلیم کے مثبت

تجربات اور تعلیمی نتائج کی نفی کرتا ہے اور صنفی تعلقات میں عدم مساوات کے جاری رہنے کا سبب بنتا ہے۔ حتیٰ کہ ان ممالک میں جہاں لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیمی کامیابی کی سطح ایک جیسی ہے وہاں بھی خواتین کی نمائندگی کم ہے اور انھیں سیاسی، معاشی اور شہری زندگی میں غیر متناسب نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قیادت اور فیصلہ سازی کے عہدوں بشمول تعلیمی وزارتوں اور سربراہ اساتذہ کی حیثیت سے خواتین کی عدم موجودگی معاشرے میں عدم مساوات کا نتیجہ ہے، یہ پیش رفت میں ایک بڑی رکاوٹ ہے اور اس کا ازالہ ہونا چاہیے۔ مرد جن کے پاس اس وقت اختیار ہے، انھیں چاہیے کہ وہ فیصلہ سازوں، عوامی شخصیتوں اور خواتین کے خلاف تشدد اور امتیاز کے متعلق بات کرنے کے لیے رائے دہندہ کی حیثیت سے اپنے کرداروں کے ذریعے صنفی مساوات کے لیے اہم قیادت فراہم کریں۔ آگے بڑھنے کے لیے مرد اور خواتین دونوں کو تبدیلی کے عمل کے لیے مشغول ہونے کی ضرورت ہے۔

تعلیم صنفی تعصّبات کا تصفیہ کرنے اور خواتین اور مردوں کو با اختیار بنانے کے لیے اہم کردار ادا کرسکتی ہے تاکہ زندگیاں بہتر انداز سے گزاری جائیں۔ بہتر تعلیم کی بدولت خواتین اور مرد مختلف انتخابات تک بہتر رسائی رکھتے ہیں۔ سوال پوچھنے کی بہتر حالت میں ہوتے ہیں اور روایتی صنفی رسم ورواج اور اپنی اور دوسروں کی زندگیوں سے متعلق مختلف فیصلے کرنے کی بہتر صورت میں ہوتے ہیں۔ تعلیم کو لڑکے اور لڑکیوں کا با اختیار بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ وہ متبادل امکانات اور مستقبل کے بارے میں سوچ سکیں جو کم متشدد اور صنفی اعتبار سے زیادہ منصفانہ ہو۔ شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہتر تعلیم کے ساتھ خواتین ممکنہ طور پر اپنے بچوں کی بہتر غذائیت، صحت اور تعلیم کی اہمیت کو زیادہ فروغ دیتی ہیں۔

1995ء کے بیجنگ اعلامیہ میں معاشرے میں مردوں اور خواتین کی بھرپور اور مساوی شرکت پرامن معاشروں کے لیے اہم سمجھی گئی اور پائیدار ترقی کے لیے پرامن معاشرے انتہائی اہم خیال کیے گئے۔ تعلیم میں صنفی مساوات حاصل کرنے کا مقصد پورا کرنے کے لیے طویل عرصہ درکار ہوگا اور یہ نئے SDG ایجنڈے کا مرکزی ہدف ہونا چاہیے۔

سکول کی لاگت میں کمی اور انفراسٹرکچر بہتر بنانے کے ذریعے تعلیم کی دستیابی اور رسائی بہتر بنانے سے لڑکیوں کے داخلوں میں اضافہ کرنے اور صنفی خلا کم کرنے میں مدد ملی ہے۔ تاہم مجموعی طور پر EFA اور صنفی مساوات کے اہداف میں اپنے پیرامیڈ یا متوقع نتائج کے حوالے سے واضح پن میں کمی ہے۔ تعلیم کے حصول میں وسیع عدم مساوات موجود ہے اور لڑکوں کی محرومی میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ متعلقہ قابل ذکر ناکامیوں میں یہ حقیقت شامل ہے کہ لاکھوں نوجوان خصوصاً خواتین خواندگی اور علم اعداد کے حقوق سے محروم ہیں۔

صنفی اعتبار سے زیادہ منصفانہ معاشرہ تشکیل دینے میں مردوں، خواتین، لڑکے اور لڑکیوں کو شامل کرتے ہوئے تعلیم سماجی تبدیلی کے عمل کا حصہ ہوسکتی ہے۔ تجویز کردہ پائیدار ترقی کا ہدف 4 (SDG) جو جامع اور مناسب معیاری تعلیم اور تمام لوگوں کے لیے زندگی بھر کے تعلیمی مواقعوں کا مطالبہ کرتا ہے نے تعلیم تک رسائی میں صنفی عدم برابری ختم کرنے کے لیے مخصوص اہداف قائم کیے ہیں (ہدف 4.5)۔ تاہم اگر صنفی مساوات اور با اختیار بنانے سے متعلق SDG5 مقرر کیا گیا تو تعلیم اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ قبل از 2015 پائیدار ترقی کے عہد میں داخل ہوتے ہوئے تعلیم اور معاشرے میں صنفی مساوات کو یقینی بنانے کے لیے تغیر پذیر طریقۂ کار کی بہت زیادہ ضرورت ہے جو تمام عمر کے طلبا کے لیے تعلیم کی رسمی اور غیر رسمی فراہمی کا احاطہ کرے۔ (بکس 8)۔ نئے ایجنڈے میں یہ امر انتہائی اہم ہے کہ لڑکے، لڑکیوں، مردوں اور خواتین کی دلچسپیاں ایک دوسرے سے مربوط ہوں، نہ کہ ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔

بکس 8: صنفی مساوات اور پائیدار ترقی کا ایجنڈہ 2016ء

ستمبر 2015 میں نیویارک شہر میں پائیدار ترقی کے اقوام متحدہ کے سربراہی اجلاس میں تعلیمی کمیونٹی کے اہم بین الاقوامی اجلاسوں کی طرح تعلیم میں صنفی مساوات سے متعلق بیانات شامل کیے گئے ہیں۔ مثالوں میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

''ہم اس امر کی توثیق کرتے ہیں کہ قبل از 2015 کا تعلیمی ایجنڈہ حقوق پر مبنی ہونا چاہیے اور اسے صنفی مساوات اور تعلیم کے ذریعے امتیاز کی تمام اقسام پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ مساوات اور شمولیت پر مبنی تناظر کی عکاسی کرنی چاہیے'' (مسقط معاہدہ 2014)۔

''ہم سب کے لیے تعلیم کا حق حاصل کرنے میں صنفی مساوات کی اہمیت سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم صنفی حساسیت کی حامل پالیسیوں، منصوبہ بندی اور تعلیمی ماحول، اساتذہ کی تربیت اور نصاب میں صنفی مسائل کو مرکزی دھارے میں لانے اور سکولوں میں صنف پر مبنی امتیاز اور تشدد کے خاتمے میں معاونت کرنے کے لیے پرعزم ہیں۔'' (عالمی تعلیمی فورم، انچین اعلامیہ 2015ء)۔

''نئی شراکت داری قائم کرنے کے لیے نجی شعبے، سول سوسائٹی، والدین اور مقامی کمیونٹیوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے تاکہ سکول میں لڑکیوں کے داخلوں اور مکمل اعلیٰ سطح کی تعلیم کو یقینی بنایا جائے۔ ہم لڑکیوں اور لڑکوں کو دی جانے والی تعلیم کی مساوات میں اختلافات ختم کرنے کے لیے پرعزم ہیں۔ ہم صنفی حساسیت کی حامل تعلیمی پالیسیوں، تعلیمی ماحول اور نصاب کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں، صحت اور تعلیم کے شعبے میں مشترکہ اقدامات میں خصوصاً لڑکیوں کے لیے تعاونی عمل نہیں کیا گیا جبکہ جنسی اور تولیدی صحت کے شعبے میں کم از کم ایسا نہیں ہے۔'' (اوسلو سربراہی اجلاس، صدارتی بیان 2015)۔

لڑکیوں اور خواتین سے متعلق امتیاز اور تعصب کی تمام اقسام کا خاتمہ کرنے کی تحریک بعد از 2015 کے ترقی کے ایجنڈے میں نئی قوت حاصل رہی ہے۔ تجویز کردہ صنفی مساوات کا مقصد خواتین کے خلاف تشدد کا تصفیہ کرتا ہے، خواتین کے انتخابات اور صلاحیتوں میں اضافہ کرتا ہے اور اس امر کو بھی یقینی بناتا ہے کہ گھرانوں اور عوامی اور نجی فیصلہ سازی کے شعبوں میں خواتین رائے دے سکیں۔ نتیجے کی دستاویز کے تجویز کردہ حتمی مسودہ میں اقوام متحدہ کے سربراہی اجلاس میں اتفاق پیدا کرنے کے لیے صنفی مساوات کو مندرجہ ذیل طریقوں سے بیان کیا گیا۔

''ہم آج اور 2030 کے درمیان ہر جگہ سے غربت اور بھوک ختم کرنے، ممالک میں اور ان کے درمیان عدم مساوات کا مقابلہ کرنے، پرامن، منصفانہ اور جامع معاشرے تعمیر کرنے، انسانی حقوق کا تحفظ کرنے اور خواتین اور لڑکیوں کی صنفی مساوات کو فروغ دینے اور انھیں بااختیار بنانے اور سیارے اور اس کے قدرتی وسائل کا مستقل تحفظ کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ ہم عزم کرتے ہیں کہ ہم قومی ترقی اور صلاحیتوں کی مختلف سطحوں کا جائزہ لیتے ہوئے پائیدار، جامع اور مستقل معاشی ترقی، خوشحالی اور ہر ایک کے لیے بہتر کام کے لیے حالات بھی پیدا کریں گے۔'' (پیرا-3)

''ہم انسانی حقوق اور انسانی عظمت، قانون کی حکمرانی، انصاف، مساوات اور عدم امتیاز، طبقے، نسلی گروہ اور ثقافتی تنوع، انسانی استعداد کار کے مکمل حصول اور خوشحالی کی عالمی عزت و احترام کرنے والے دنیا کا تصور کرتے ہیں۔ ایک ایسی دنیا جو اپنے بچوں میں سرمایہ کاری کرے اور جہاں ہر بچہ تشدد اور استحصال کے بغیر پروان چڑھ سکے۔ ایک ایسی دنیا جس میں ہر خاتون اور لڑکی کو مکمل صنفی مساوات حاصل ہو اور انھیں بااختیار بنانے میں حائل تمام رکاوٹیں ختم ہو چکی ہوں۔ ایک منصفانہ، مساوی، بردبار، آزاد اور سماجی طور پر جامع دنیا جس میں مسائل کا انتہائی شکار لوگوں کی ضروریات پوری ہوں۔'' (پیرا-8)

صنفی مساوات اور خواتین اور لڑکیوں کو بااختیار بنانے کا احساس تمام مقاصد اور اہداف کی پیش رفت میں اہم کردار ادا کرے گا۔ مکمل انسانی استعداد اور پائیدار ترقی کا حصول ممکن نہیں ہے اگر نصف انسانیت کو مکمل انسانی حقوق اور مواقعوں سے محروم رکھا گیا ہے۔ خواتین اور لڑکیوں کو معیاری تعلیم، معاشی وسائل، سماجی شرکت کے ساتھ ساتھ روزگار، قیادت اور تمام سطحوں پر فیصلہ سازی میں تمام خواتین اور مردوں کے لیے مساوی مواقع میسر ہونے چاہئیں۔ ہم صنفی خلا ختم کرنے کے لیے سرمایہ کاری میں نمایاں اضافے، صنفی مساوات سے متعلق اداروں اور عالمی، علاقائی اور قومی سطحوں پر خواتین کو بااختیار بنانے کی خاطر معاونت مستحکم بنانے کے لیے کام کریں گے۔ خواتین اور لڑکیوں سے متعلق امتیاز کی تمام اقسام ختم کی جائیں گی۔ ایجنڈے کے عمل درآمد میں صنفی تناظر کو نظام کے تحت مرکزی دھارے میں لانا اہم ہے۔ (پیرا-20)

یہ حقیقت انتہائی اہم ہے کہ صنفی مساوات کا احاطہ 17 اہم SDGs میں سے ایک SDGs کے طور پر کیا گیا ہے جس کا مقصد صنفی مساوات حاصل کرنا اور تمام خواتین اور لڑکیوں کو بااختیار بنانا ہے۔ اس مقصد میں چھ اہداف اور عمل درآمد کے تین ذرائع شامل ہیں۔

تجویز کردہ تعلیمی مقصد (SDG-4) میں کئی اہداف کے ساتھ ساتھ صنفی ہدف میں صنفی برابری کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ حتیٰ کہ ان ممالک میں جہاں تعلیم میں صنفی عدم برابری میں نمایاں کمی آئی ہے وہاں بھی اس کی عملی ترجمانی وسیع پیمانے پر نہیں ہوئی ہے۔ عالمی تعلیمی نگرانی رپورٹ 2016 کا مقصد تعلیم میں صنفی مساوات پر اثر انداز ہونے والے نظام اور سیاسی رہنماؤں اور پالیسی سازوں کی جانب سے اس کا تصفیہ کرنے کے طریقۂ کار کی نشاندہی کرنا ہے۔ یہ ایسے تعلیمی ماحول کی وضاحت کرے گا جو صنفی سے متعلق سکول کے ماحول پیدا کرے گا۔ مناسب نصاب اور تدریس کے ذریعے صنف کو بااختیار بنانے کی علم، رویے اور قابل انتقال مہارتوں کو فروغ دے گا، امتیاز اور صنف پر مبنی تشدد کا تصفیہ کرے گا اور صحت مند زندگی کے انتخابات بشمول جنسی اور تولیدی صحت کے لیے خدمات انجام دے گا۔ GEM رپورٹ 2016 رسمی اور غیر رسمی تعلیم میں پالیسیوں، اُمور اور طریقۂ کار کے درمیان پیچیدہ تعلقات کی اصلاح کرنے کی تلاش و جستجو کرتی ہے جو صنفی مساوات کی جانب پیش رفت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

سفارشات

برابری: ہمیں پری پرائمری سے یونیورسٹی تک تعلیم کی تمام سطحوں پر صنفی برابری کے حصول اور اسے برقرار رکھنے کی کوششوں کو مضبوط کرنا چاہیے۔

1۔ تعلیم مفت ہونی چاہیے۔ حقیقتاً مفت

سکولوں کی فیس ختم کر دینی چاہیے اور درسی کتب، یونیفارم اور ٹرانسپورٹ کے اخراجات کے علاوہ خفیہ، رضا کارانہ یا سکول کے انتظامی اخراجات بھی ختم کر دینے چاہییں۔ مراعات جیسے سکول خصوصاً ثانوی تعلیم کی سطح پر دیئے جانے والے وظائف سے خاندانوں کی سکول اخراجات کرنے اور لڑکیوں کی تعلیم بہتر بنانے میں براہ راست مدد کی جا سکتی ہے۔ مشروط نقد رقوم کی فراہمی اور سکول کے غذائی پروگرام بھی ضرورت مند لڑکیوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

2۔ تعلیم کے حصول اور تکمیل میں لڑکوں اور لڑکیوں کو جن مسائل کا سامنا ہوتا ہے، انھیں حل کرنے کے لیے پالیسیاں تیار کرنی چاہییں۔ لڑکوں کی تعلیم میں درپیش مسائل کو سمجھنا اور انھیں حل کرنا زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے۔

پالیسی حل میں منتقل پذیر مہارتوں کے ساتھ ساتھ کلاس روم کے طریقوں پر خصوصی توجہ شامل کی جا سکتی ہے تا کہ موثر تعلیم، انفرادی اصلاح اور مقررہ جگہ کو بہتر بنایا جا سکے۔ صنفی نکتہ نظر کے مطابق فنی رہنمائی کی فراہمی سے ملازمت کے آپشن (پسند) میں مدد مل سکتی ہے۔

3۔ ثانوی تعلیم کے متبادل آپشن انھیں فراہم کرنے چاہییں جو سکول نہیں جاتے۔

ایسے لوگ جو غربت، کم عمری کی شادی، جلد حمل اور دیگر مسائل کی وجہ سے رسمی تعلیم جلد چھوڑ دیتے ہیں، ان کی تعلیم کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے ''دوسرا موقع'' کے آپشن تیار کرنے چاہییں۔ ایسے پروگرام نوجوان خواتین کو تعلیم حاصل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں خواہ انھوں نے خواندگی کی بنیادی مہارتیں حاصل نہ کی ہوں۔

مساوات: تعلیم میں صنفی مساوات پر زیادہ زور دینا چاہیے۔

1۔ حکومتوں کو نہ صرف تعلیم بلکہ تمام شعبوں میں پالیسی اور منصوبہ بندی کے تمام پہلوؤں میں صنفی مسائل کو شامل کرنا چاہیے۔

مثلاً انھیں تعلیمی مواد کے مندرجات، معیار اور زبان کو بہتر بنانا چاہیے اور اگر ضروری ہو تو سکول جانے والے بچوں کو ٹرانسپورٹ فراہم کرنی چاہیے۔ صنفی اقدام کی بجٹ سازی کے ذریعے اس امر کو یقینی بنانا چاہیے کہ ایسے اقدامات کے لیے مناسب فنڈ مختص کیے جائیں جو صنفی مساوات کو فروغ دیں۔ اس کے نتیجے میں زیادہ سکول تعمیر ہوں گے، مناسب اور بہتر معیار کی پانی اور صفائی کی سہولیات میسر ہوں گی۔

2۔ کم عمری کی شادی کے خاتمے، جلد حمل کو کم کرنے اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے حمایت پیدا کرنے کے لیے قانونی تبدیلی کے جامع لائحہ عمل، ایڈووکیسی اور کمیونٹی تحریک کی مہم ضروری ہے۔

اس کے علاوہ تعلیم فراہم کرنے والوں اور کمیونٹی کو بچے کی پیدائش کے بعد لڑکیوں کو تعلیم دینے کی پالیسی کا نفاذ کرنا چاہیے۔

3۔ حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں اور تعلیم فراہم کرنے والوں کو سکول سے متعلق صنفی تشدد کی تمام اقسام سے نمٹنے کے لیے مل جل کر کام کرنا چاہیے۔

سکول سے متعلق صنفی تشدد (SRGBV) کی جامع اور بین الاقوامی متفقہ تشریح کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر تحقیق اور نگرانی کو موثر اور ہم آہنگ بنانا چاہیے۔ موثر حل میں سکول لیڈرز، اساتذہ، والدین، کمیونٹیوں اور حکومت کے اہل کار شامل ہیں۔ حکومتوں کو اپنے عزم کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور قیادت کو اس مسئلے کو قومی پالیسیوں اور لائحہ عمل میں شامل کرنا چاہیے۔ کلب اور انجمنیں لڑکیوں کو بااختیار بنا سکتی ہیں اور ان کی عدم مساوات اور صنفی امتیاز کی مختلف اقسام کو چیلنج کرنے پر حوصلہ افزائی کر سکتی ہیں۔

4۔ حکومتوں کو سکول میں صنفی عدم توازن کو ختم کرنے کے لیے اساتذہ کو بھرتی کرنا، تربیت دینا اور موثر معاونت کرنی چاہیے۔

انھیں اساتذہ کے معاوضے اور تربیت کو بہتر بنانا چاہیے اور سکولوں کی تمام سطحوں بشمول سکول کی قیادت میں خواتین و مرد اساتذہ کے درمیان ایک مناسب توازن ہونا چاہیے۔ تمام اساتذہ کو صنفی احساس پر مبنی طریقہ کار میں ملازمت سے قبل یا اس کے دوران معیاری تربیت حاصل کرنی چاہیے تا کہ وہ سماجی رسم و رواج اور اپنے صنفی رویوں کا مقابلہ کر سکیں۔ تربیت کو مقامی تناظر کے مطابق تشکیل دینا چاہیے اور اس میں جامع جنسی تعلیم بھی شامل ہونی چاہیے۔ اساتذہ کو ایسا تدریسی و تعلیمی مواد فراہم کرنا چاہیے جو صنفی روایتی نظریات سے نمٹ سکے اور مناسب رویے کو فروغ دے سکے۔

صنف اور EFA (تعلیم سب کے لیے) 2000 تا 2015: کامیابیاں اور مسائل

عالمی تعلیمی فورم، ڈاکار، سینیگال 2000 کا متفقہ ویژن واضح تھا اور تغیر پذیر بھی کہ طویل المدت صنفی تعصب اور امتیاز ''تعلیم سب کے لیے (EFA)'' کی کامیابیوں کی اہمیت کم دیتے ہیں۔ جب تک لڑکیوں اور خواتین کو تعلیم اور خواندگی کا حق حاصل نہیں ہو جاتا EFA میں پیش رفت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ترقی اور بااختیار بنانے کے متحرک ذریعہ کی ضرورت ہوگی۔ 15 سال بعد بھی صنفی برابری کے حصول اور تعلیم میں صنفی عدم برابری کی تمام اقسام کو کم کرنے کا راستہ بڑا طویل اور ناہموار ہے۔

EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ کا یہ کتابچہ نہ صرف مفصل شواہد فراہم کرتا ہے کہ گزشتہ 15 سالوں میں یہ مقصد کس حد تک حاصل کیا گیا بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کہاں اور کون سے مسائل ابھی بھی موجود ہیں۔ یہ پرائمری اور ثانوی تعلیم خصوصاً جنوب اور مغربی ایشیا میں صنفی برابری کی قابل ذکر پیش رفت دکھاتا ہے اور تعلیم میں صنفی مساوات کے حصول کی راہ میں حائل مستقل رکاوٹوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ بالغ خواتین میں شرح خواندگی کی خاص طور پر 2015ء میں پیش رفت میں کمی رہی، ایک اندازے کے مطابق 15 سال اور اس سے زائد عمر کی 481 ملین خواتین میں خواندگی کے بنیادی مہارتیں موجود نہیں۔ ان کی کل تعداد میں سے 64 فیصد جو ناخواندہ ہیں، سال 2000 کے بعد ان کی تعداد میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔

یہ رپورٹ ملکی کوششوں کا خلاصہ بیان کرتی ہے۔ تعلیم میں صنفی برابری کے حصول کی بعض کوششیں مناسب تھیں۔ ان پالیسوں اور پروگراموں میں سے اکثر کی توجہ ثانوی تعلیم کے ماحول پر مرکوز ہے، جس میں لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ دیگر کی توجہ کا مرکز رسمی اور غیر رسمی قوانین، سماجی رسم و رواج اور طریقہ کار ہیں جو لڑکیوں کو معیاری بنیادی تعلیم کے مکمل دورانیے کے حصول کے حق، اس تک رسائی اور تکمیل سے روکتے ہیں۔ ''صنف اور EFA 2000 تا 2015: کامیابیاں اور مسائل'' کے تجزیے اور اہم پیغامات پر محتاط غور و فکر اور جانچ پڑتال کرنی چاہیے کیونکہ آنے والے سالوں میں دنیا نے پائیدار ترقی کے ایک آفاقی، مربوط اور سب سے بڑھ کر ایک اُمید افزا ایجنڈے پر عمل پیرا ہونا ہے۔

EFA گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ ایک خود مختار اور شواہد پر مبنی کتابچہ ہے جو حکومتوں، محققین، تعلیم و ترقی کے ماہرین، میڈیا اور طلبہ کے لیے ایک مفید اور ناگزیر ٹول ہے۔ اس رپورٹ میں 2002 سے اب تک سالانہ بنیاد پر 20 ممالک اور علاقہ جات کی تعلیمی پیش رفت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کام گلوبل ایجوکیشن مانیٹرنگ رپورٹ کے حوالے سے پائیدار ترقیاتی ایجنڈے 2015 کے عمل درآمد تک جاری رہے گا۔

دیہی علاقوں میں جلد شادی اور امتیاز کی دیگر اقسام کی طرح لڑکیوں کو تجارتی کام سیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے جس سے لڑکیوں کی تعلیم پر بوجھ پڑتا ہے جبکہ گاؤں کے لڑکے جانور پالنے اور کاشت کاری کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ پڑھ سکتے ہیں لیکن دوسری جانب لڑکیوں کو سال بھر ہر وقت کوئی نہ کوئی کام سیکھنا پڑتا ہے۔

۔نائیجریا کے استاد ڈینئل

2000 سے کمرۂ جماعت میں یہ ایک قابل توجہ چیز سامنے آئی ہے کہ لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے اور ایسا یونیورسٹی کی سطح پر بھی ہو رہا ہے۔ خواتین کو زیادہ سے زیادہ سماجی اور ملنسار خیال کیا جاتا ہے، سیاسی ذمہ داریوں کو زیادہ ادا کر سکتی ہیں اور یہ عمل احساس کمتری کی منفی سماجی و ثقافتی پیچیدگیوں کو وضع کرنے میں مدد دیتا ہے۔

۔کیمرون کی استاد حسانہ

اچھی تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی گزشتہ 14 سالوں میں یہ آئی کہ اب لڑکیوں کی سکول جانے کے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اگرچہ ملک کے بعض دیہی علاقوں میں اس سلسلے میں مزید بہتری لائی جا سکتی ہے۔

۔پاکستانی استاد عبداللہ

ایسے کورسز زیادہ نہیں جو صرف مردوں اور خواتین کے لیے تشکیل دیئے گئے ہوں جیسے آج بہت سے مرد نرسنگ یا مڈوائف کا پیشہ اپنا رہے ہیں

۔بوسٹوانا کی استاد یونائنس (Eunice)

United Nations Educational, Scientific and Cultural Organization
UNESCO Publishing
EFA GMR EDUCATION FOR ALL GLOBAL MONITORING REPORT
UNGEI United Nations Girls' Education Initiative